اُجالا

آغا خان دیہی اشتراکی پروگرام

گلگت

اُجالا

پانچواں شمارا

چیف ایڈیٹر : ______ مسرت جہاں

ایڈیٹر : ______ محمد امین ضیاء

مجلسِ ادارت : ______ اکرام اللہ جان / فاطمہ اسد

تصاویر : ______ کریم جان

سرورق : ______ افشاں شعیب

پرنٹرز : ______ سپنزر پرنٹرز پشاور

کمشنر محمد قیوم صاحب کو گلگت کی تقرّری پر اے کے آر ایس پی کے تمام ممبران دیہی ترقی کے تمام کارکن اور جنرل مینجر اے کے آر ایس پی کی طرف سے ہم مبارک باد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے لئے اور ان کے خود کے لئے ان کا قیام خوشگوار ہو اور سلامتی کا پیام لائے۔

(ادارہ)

فہرست مضامین

۱-	اداریہ		۳
۲-	اٹھائیسویں کانفرنس سے جنرل منیجر کا خطاب		۵
۳-	سچی باتیں	سید یحییٰ شاہ	۸
۴-	چترال کا قدیم دیہی نظام	معراج خان	۱۰
۵-	مصنوعی گلیشیئر کی پیوند کاری	نور محمّد	۱۲
۶-	نک گارڈنر کا دورۂ یاسین پوپس	شکر ریز	۱۴
۷-	عبداللہ جان	شکر ریز	۱۷
۸-	دیہی تنظیم بیڈونگ	وزیر غلام حیدر	۱۹
۹-	پیغام (نظم)	محمد امین ضیاؔ	۲۱
۱۰-	کوآپریٹیو نظام	اکرام اللہ جان	۲۲
۱۱-	سئی جگلوٹ کی تنظیموں سے ڈاکٹر اختر حمید خان کا خطاب		۲۳
۱۲-	ایک خط	شاہ دوران علی	۲۶
۱۳-	شیر شاہ نمبردار	احمد جامی سخی	۲۷
۱۴-	اٹھائیسویں کانفرنس کی جھلکیاں		۲۹
۱۵-	پرواک کا پائپ کوہل	ایم یوسف شہزاد	۳۵
۱۶-	اشتراک عمل کی ایک مثالی تنظیم	سلطان حمید	۳۷
۱۷-	اے کے آر ایس پی بلتستان میں	اکرام اللہ جان	۳۸
۱۸-	نظم	م-ا-ض	۳۹
	سوشل آرگنائزر کی ڈائریوں سے اقتباسات		۴۰
۱۹-	سوشل آرگنائزر گلگت	سلطان حمید	۴۱
۲۰-	محمد اقبال		۴۲
۲۱-	شکر ریز		۴۳

۲۲	نور محمد		۴۴
۲۳	شکمر ریز		۴۶
۲۴	چند شگون اور توہّمات	محمّد امین ضیاؔ	۴۷
۲۵	مستوج اور تورکہو	صلاح الدین	۴۸
۲۶	محمد صراط	فیض شاہ	۵۰
۲۷	کاڈلنگ ماتھ (سیب کا کیڑا)	محمد یار خان	۵۲
۲۸	برمس دیہی تنظیم	محمد کثیر	۵۳
۲۹	گجرداس سے سلطان آباد تک	تولّد شاہ	۵۵
۳۰	محمد شاہ	محمد اقبال	۵۷
۳۱	بروشل کا روشن ستارہ	نور محمد	۵۸
۳۲	پوستیکی گاؤں شاہراہ ترقی پر	محمد سرتاج	۵۹
۳۳	محمد فقیر	برکت علی خان	۶۱
۳۴	چارے	علی گوہر	۶۳
۳۵	یادگری خان	شکمر ریز	۶۵
۳۶	خواتین میدان عمل میں	گلستان	۶۶
۳۷	خطوط		۶۸
۳۸	خوراک اور اس کی اہمیت	فاطمہ اسد	۶۹
۳۹	کشوا جاہلی کوہل	صالح محمد انجنیئر و محمد امین ضیاء	۷۰
۴۰	کام کی باتیں	فاطمہ اسد	۷۱
۴۱	آغا خان رورل سپورٹ پروگرام		۷۲

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور شعیب سلطان خان پروگرام کی کارکردگی سے متعلق فلم "تغیر پذیر وادیاں" دیکھ رہے ہیں۔

وزیر اعلیٰ پنجاب نواز شریف اور وزیر امور کشمیر سید قاسم شاہ کو اے کے آر ایس پی
کے کانفرنس روم میں پروگرام کی تفصیلات بتائی جارہی ہیں۔

سیڈا کا نمائندہ ہنوچیل کوہل کا معائنہ کر رہا ہے

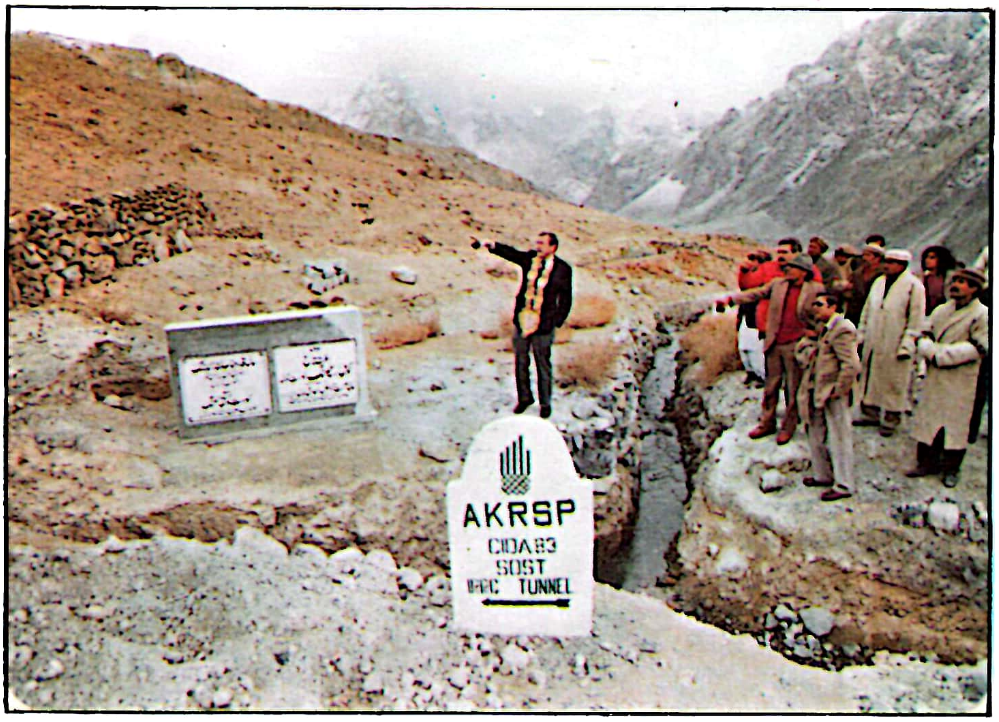

یونیسف کے ایگزیکیٹو ڈائریکٹر سوست کوہل اور سرنگ کا معائنہ کر رہے ہیں

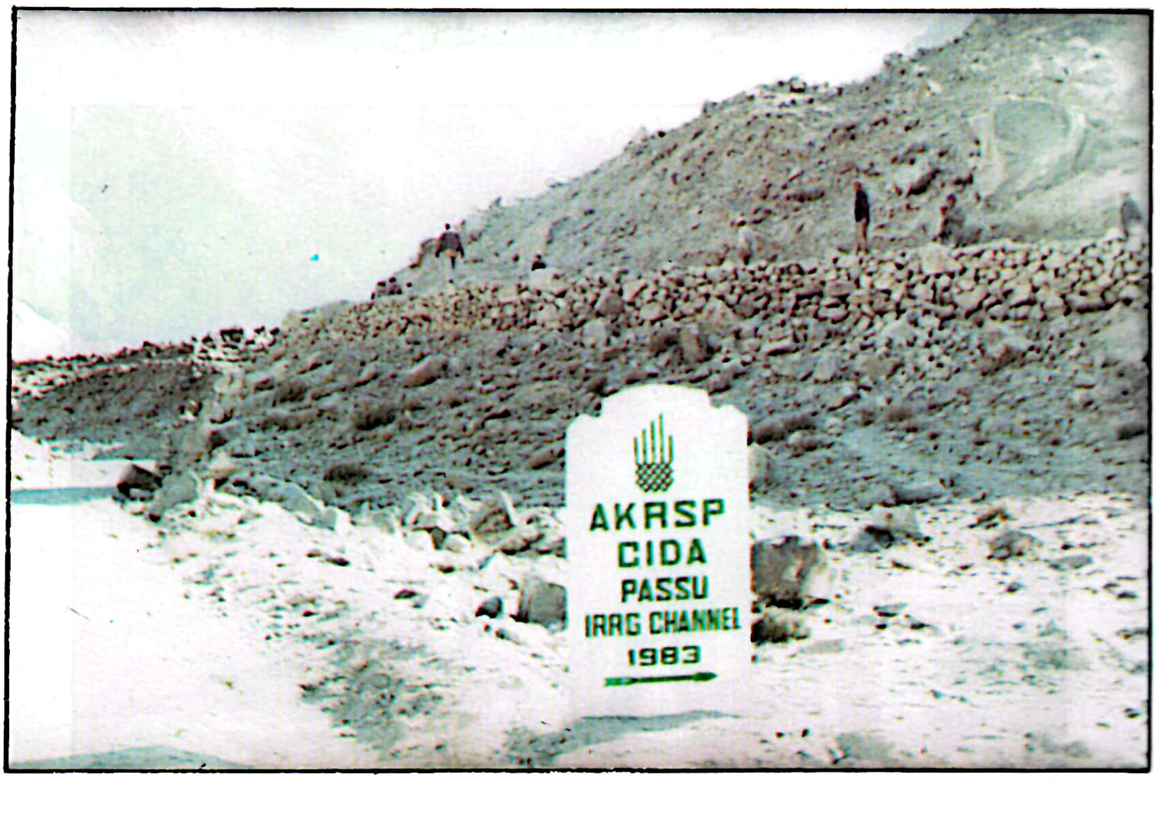

عالمی بینک کی جماعت کا ایک رکن ہنزہ میں
تنظیموں کی قائم کردہ فروٹ منڈی میں

عالمی بینک کی جماعت کے ارکان ایک تکمیل شدہ منصوبے کا جائزہ لے رہے ہیں

اداریہ

یہ کتنی پیاری خوشخبری ہے کہ آپ کے سامنے اجالا کا پانچواں شمارہ حاضر ہے۔ اب کی بار رسالہ نکالنے میں کچھ تاخیر ہوگئی جس کے لئے میں اپنے قارئین سے معافی کی خواست گار ہوں۔ ایک تو ہمارے کاتب صاحب بیمار ہوگئے دوسرے ہملوگ کور کو بدلنے کے چکر میں پھنس گئے ادھر ورلڈ بینک کے حضرات تشریف لائے تھے۔ اور ان کی ہمارے پروگرام کے بارے میں رپورٹ آنے والی تھی اس کا بھی انتظار تھا۔ اب خدا کے فضل سے سب ٹھیک ہے اور ہمارے پاس سب چیزیں مکمل ہوگئی ہیں تو ہم نے آپ کی انتظار کی گھڑیوں کو ختم کر دیا اور آپ کا اجالا بھرپور اجالے کے ساتھ حاضر ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اسی درمیان ہمارے پاکستان کے صدر جناب ضیاء الحق صاحب گلگت تشریف لائے اور گلگت میں بہار آگئی۔ انہوں نے اپنی ہر تقریر میں اے کے آر ایس پی کی اسقدر تعریفیں کیں کہ ہمارے دیہی ترقی کے کارکن تمام آفس والے اور دیہی ترقی کی تمام تنظیمیں خوشی سے پھولی نہ سمائیں اور گلگت کے تمام باسیوں کی بھی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ ہر سپاسنامہ میں جناب ہز ہائی نس آغا خان کا تذکرہ اور اے کے آر ایس پی کا ذکر تھا۔ ہم اس عزت افزائی کے لئے صدر پاکستان اور گلگت کے تمام ان صاحبان کے جنہوں نے سپاسنامہ میں اے کے آر ایس پی اور ہز ہائی نس جناب آغا خان کا تذکرہ کیا۔ بہت شکر گذار اور مشکور ہیں۔

جناب صدر پاکستان کے ہم لوگ بہت احسان مند ہیں اور مشکور بھی ہیں کہ ان کی دوربین نظر نے اس پروگرام کو اتنا پسند فرمایا اور اس قدر چرچا کیا اور پھر اپنے بے حد مصروف اور قیمتی وقت میں سے ایک گھنٹہ نکال کر شعیب سلطان صاحب کو ملاقات کا شرف بخش کر پروگرام کی تمام معلومات حاصل کیں اور اے کے آر ایس پی کے پروگرام کو بہت پسند فرمایا اور ان سے کہا کہ جب بھی جنرل مینیجر کو ان کی کسی بھی مدد کی ضرورت ہو تو وہ پنڈی میں ملاقات کریں اور تمام اے کے آر ایس پی کے پروگرام کی نوعیت کو انہوں نے بڑے غور سے سنا جس کے لئے اے کے آر ایس پی کے جنرل مینیجر شعیب سلطان ان کے دفتر کے تمام کارکن اور دیہی ترقی تمام تنظیم والے لوگ سب ہی صدر پاکستان جناب ضیاء الحق صاحب کے بہت مشکور اور شکرگذار ہیں اور تمام تنظیموں میں ان کی تعریف کی وجہ سے پرجوش تیزی تندہی سے اپنے کاموں میں مصروف ہوگئی ہیں یہ سب کچھ ہمارے لئے باعثِ فخر ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ ورلڈ بینک کے عالمی ماہرین کی ایک جماعت پروگرام کی افادیت اور کامیابی کا جائزہ لینے آئی اور انہوں نے دیہی ترقی کی تنظیموں کے تحت تعمیر ہونے والے مختلف قسم کے منصوبوں کا معائنہ کیا اور یہ ہمارے لئے خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے ہمیں اپنی رپورٹ میں اول درجہ کی نہایت کامیاب اور

پختہ سکیم کے نام سے نوازا اس کے لئے ہم ان کے جو صاحبان یہاں تشریف لائے مشکور ہیں کہ انہوں نے ہماری ان مشکل ترین اسکیموں پر پہنچ کر ان کو دیکھا جہاں جانا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا ان تمام مشکلات سے گذر کر انہوں نے جس دلچسپی سے پروگرام کا معائنہ کیا ہمارے پاس اس کے لئے الفاظ نہیں کہ ہم ان کا کس طرح شکریہ ادا کریں کہ انہوں نے ہمارے پروگرام کو درجہ اول کے پروگرام کے نام سے نوازا - ان کی اس رپورٹ پر ہی ہمارے آئندہ کے تمام اور پروگراموں اور اسکیموں کا دارومدار تھا ہم ان سب صاحبان کے بھی بیحد مشکور اور احسان مند ہیں جنہوں نے یہاں آکر ہمارے پروگراموں کو دیکھنے کا شرف بخشا اور اب ہماری دیہی تنظیمیں اور تمام نئی اسکیمیں اور بھی جوش و فروش سے اپنی نئی راہوں پر رواں دواں ہوگئی ہیں۔

اس کے بعد میں کچھ رسالہ کے بارے میں عرض کروں گی - **اُجالا** اپنے تمام اجالوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں اپنی آب وتاب کے ساتھ حاضر ہے - اس میں آپ کی ضرورت کے لئے ہم نے تمام وہ مضامین پیش کئے ہیں جو آپ کے لئے کار آمد ہو سکتے ہیں - اس کے بارے میں آپ ہمیں اپنی رائے سے ضرور نوازئیے -

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ اگر خدا نہ کرے - آپ کے پاس روپیہ کی کمی ہے تو وہ ہماری مدد کے لئے تیار ہیں اس کے لئے میں ان کی بہت شکر گذار ہوں کہ ان کے دل میں ہمارے لئے اتنے خلوص بھرے جذبات ہیں - اگر خدا نہ کرے کبھی ضرورت پڑی تو میں ان کو ضرور تکلیف دوں گی - لیکن جیسا کہ میں پہلے شروع میں ذکر کر چکی ہوں کہ دیر کیوں ہوئی تو امید ہے آپ کو پتہ چل گیا ہوگا کہ اجالا آپ سے دور کیوں رہا - آپ لوگ اگر واقعی کوئی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے رسالہ کے لئے اشتہارات بھجوانے کی کوشش ضرور کیجئے گا - اس سے ہمارے رسالہ کی اشاعت بڑھ جائے گی اور میں کچھ اور تنظیموں اور پروگرام کے علاوہ دوسرے مضامین بھی شروع کر سکونگی -

میں سب قارئین سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ مجھے دو تین باتوں کے لئے ضرور مشورہ اور اپنی قیمتی رائے سے نوازیں -

(۱) سب سے پہلے تو میں یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آپ لوگوں کی کور بدلنے کے بارے میں کیا رائے ہے یا کہ آپ چاہتے ہیں یہی کور رہے یا دوسرا نیا کور تبدیل کیا جائے (۲) دوسرے میں بچوں کے لئے کارٹون کے ساتھ معلوماتی کہانی شروع کرنا چاہتی ہوں جس کے ذریعے بچوں کو پتا چلے کہ دنیا میں کیا ملتا ہے - بنتا ہے اور کتنے ممالک ہیں وہاں کے لوگ کیسے رہتے سہتے ہیں یہ کہانی اسکیچ کے ساتھ ہوگی (۳) تیسرے خواتین کے لئے بھی ان کے اچھی طرح رہنے سہنے کھانے اور کاموں میں نئی ایجاد کے بارے میں بھی مضامین شروع کرنا چاہتی ہوں - ان سب کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے اس کی میں منتظر رہوں گی - یہ آپ کا رسالہ ہے اور آپ کی رائے میرے لئے قابل قدر ہے اور قیمتی ہے - دیر سویر کی آپ پرواہ نہ کیا کریں - میں اپنی طرف سے تو پوری کوشش کر رہی ہوں کہ آپ کی خدمت میں جلد سے جلد حاضر ہوتی رہوں اور آپ کی خدمت کرنا میرا اولین فرض ہے -

مسرت جہان

اٹھائیسویں کانفرنس سے جنرل منیجر کا خطاب

صدر اور منیجروں کی اٹھائیسویں کانفرنس اے کے آر ایس پی کے مرکزی دفتر میں ۲۶ اکتوبر کو صبح سوا نو بجے تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ دیہی تنظیم لمس کے مارکیٹنگ ماہر شمشیر خان نے تلاوت کا شرف حاصل کیا۔ اس کانفرنس میں ضلع گلگت کی ۱۰۶ تنظیموں سے آئے ہوئے ۱۶۵ مندوبین کے علاوہ اے کے آر ایس پی کے لگ بھگ ساٹھ کارکنوں نے شرکت کی۔ نظامت کے فرائض راقم نے سنبھالے۔

اپنی افتتاحی گفتگو میں جنرل منیجر نے مندوبین سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، "اس کانفرنس کے انعقاد کے ساتھ ہی پروگرام کو چار سال مکمل ہونے میں دو ماہ دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی تین چار کانفرنسوں میں اس بات کا تجزیہ کیا گیا تھا کہ تنظیمیں کہاں تک اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ اس راہ میں انہیں کیا مشکلات پیش آتی رہی ہیں؟۔ اگر ان تنظیموں نے اپنی مشکلات پہ قابو پا لیا ہے تو وہ کس صورت اور طریقہ سے؟۔ اس بات کا تذکرہ دوسری تنظیموں کے لئے بے حد معاون اور مفید ثابت ہوگا۔ جو ترقی کی راہ میں آگے بڑھ رہی ہیں۔"

جنرل منیجر نے کہا، "اس پروگرام کے بنیادی اصولوں پر گزشتہ عرصہ کے دوران تنظیموں نے کتنی مجموعی پیش رفت کی ہے اور کیا کیا اجتماعی مفادات حاصل کئے ہیں۔ اور اس مجموعی پیش رفت میں آپ کی تنظیم کا کتنا حصہ ہے۔ اس بات کا آج آپ ذکر کریں گے"۔ آپ نے کہا، "آپ غور کریں تو آپ کو ہم ڈاکٹر اختر حمید خان کے قول کے مطابق وہی پرانی بات کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہم ہر دفعہ آپ سے نئی باتیں کہیں گے ہز ہائی نس نے جب مجھے دوسری بار اس پروگرام کے بارے میں تفصیلات بتانے کے لئے مدعو کیا تھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ باتیں تو میں انہیں دو مہینے پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اور یہ کہ اب پھر انہیں دوبارہ دہراتے ہوئے جھجک محسوس کرتا ہوں تو ہز ہائی نس نے مجھے بتایا کہ ایک اچھا سبق بار بار دہرانے کے قابل ہوتا ہے۔ اور اس سبق کو مکرر سننے کو دل چاہتا ہے"۔

آپ نے کہا، "آپ سے ہم وہ کونسی بات بار بار کہتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم ہمیشہ آپ کے سامنے منصوبہ بندی کا مکمل نقشہ پیش کرتے ہیں۔ اگر اس نقشے کے ایک ایک جزو کو لے کر گفتگو کی جائے تو تب ہی آپ جان سکیں گے کہ آپ نے اس پر کتنا عمل کیا ہے۔ منصوبہ بندی کے پہلے اصول کے تحت ہم نے آپ سے افرادی قوت یکجا کرنے کے لئے کہا تھا۔ جہاں پر شمالی علاقوں کی طرح چھوٹے چھوٹے کسان رہتے ہیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی افرادی قوت کو یکجا کریں"۔

جنرل منیجر نے تختہ سیاہ پر منصوبہ بندی کے مکمل خاکے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا، "جون ۱۹۸۶ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق افرادی قوت کو مجتمع کرنے کے سلسلے میں گلگت کے ۳۵۰ میں سے ۳۲۱ گاؤں میں تنظیمیں بن چکی ہیں جن میں ...۲۵ ممبر شامل ہیں۔ گویا ان تنظیموں میں آپ کی دیہی آبادی کی شرکت کا ۹۶ فیصد تناسب ہے"۔

آپ نے کہا، "ان ۲۳۱ تنظیموں نے جون ۱۹۸۶ء تک ایک کروڑ بیس لاکھ روپے کا بچت سرمایہ اکھٹا کیا ہے۔ یہ اجتماعی کاوش کا نتیجہ ہے تیسری بات آپ کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے سے متعلق تھی۔ ان کانفرنسوں کا مقصد بھی آپ کی صلاحیتوں کو بہتر بنانا ہے۔ اگر ان کو بھی اس مد میں شریک کریں تو جو تعداد میں بورڈ پر لکھ رہا ہوں وہ اس سے دوگنا زیادہ ہو جائے گی۔ اس وقت میں صرف ماہرین فصلات، ماہرین مال اور ماہرین مارکیٹنگ

کی تعداد تیار ہوں۔ ہمارے تربیتی مرکز سے اب تک ۱۵، ماہرین تربیت پا چکے ہیں۔ ۳۲۱ تنظیموں کے صدور اور منیجرز کو بھی اس میں شمار کریں تو ۶۴۲ تربیت یافتگان ہوتے ہیں۔ اس طرح سے کل ۱۳۵،۱ ماہرین کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اتنے سارے ماہرین کو تربیت دینے والا کوئی بھی ادارہ بہت بڑا ادارہ سمجھے جانے کے قابل ہے"۔

آپ نے کہا، "چوتھا اصول زمین کی آبادکاری کے بارے میں ہے یہ بھی آپ کی منصوبہ بندی کا ہی ایک جزو ہے۔ اس سلسلے میں جون ۱۹۸۶ء تک آپ نے ۲۵۴ سکیموں کی نشاندہی کی۔ اور ان میں سے ۱۹۹ سکیمیں مکمل کرلی ہیں۔ ان تمام سکیموں میں شامل کوہلوں کا حساب لگائیں تو ان کی کل لمبائی ۱۸۰ کلومیٹر لمبے پرانے کوہلوں کی توسیع ہوئی۔ اور ، ۱۹ کلومیٹر نئے کوہل تعمیر کیئے گئے۔ آپ نے اتنے لمبے کوہل بنائے ہیں۔ کیا اس بات سے آپ آگاہ ہیں یا نہیں"، مندوبین نے اثبات میں جواب دیا۔

آپ نے کہا، "ان رابطہ سڑکوں کی لمبائی جو آپ نے تعمیر کئے، ۹۴. کلومیٹر ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں بلکہ کروڑوں گیلن پانی ذخیرہ کرنے والے تالاب، زمینوں کو کٹاؤ سے بچانے کے لئے بارہ ہزار میٹر لمبے پشتے تعمیر کر لئے ہیں۔ یہ سب کام آپ کی منصوبہ بندی کا ہی ایک جزو ہے"۔

آپ نے کہا، "آپ نے بینکاری کرنا بھی شروع کیا ہے۔ قرضے لینے اور انہیں لوٹا دینے کے امور کی بنیاد اور ضمانت آپ کا اپنا سرمایہ ہے آج تک تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ روپے کے چھوٹی مدت کے قرضے جنہیں ہم پیداواری قرضے کہتے ہیں، آپ نے حاصل کئے۔ یہ رقم اکتالیس ہزار سے زائد ممبروں میں تقسیم کی گئی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ آج یہ قرضے ۹۹٪ شرح سے وصول بھی کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ساٹھ لاکھ روپے سے زائد مالیت کے لمبی مدت کے قرضے لئے ہیں۔ یہ قرضے ۴۸ تنظیموں نے لئے۔ جن میں سے بارہ تنظیموں نے ٹریکٹر، تھریشر اور رلی وغیرہ خریدے۔ یہ سبھی امور منصوبہ بندی کی وجہ سے ممکن ہوسکے۔ ضروری نہیں کہ منصوبہ بندی کا کام صرف حکومتی ادارے اور منصوبہ بندی کمیشن ہی کرے۔ گاؤں والے بھی منصوبہ بندی کرسکتے ہیں۔ یہ کام انہوں نے کیا ہے اور اچھا کیا ہے۔ اگر اسی طرح منصوبہ بندی نہ کی جاتی تو آپ ترقی کی راہ میں آگے نہیں بڑھ سکتے تھے"۔

جنرل منیجر نے جدید تقاضوں کو اپنانے کے اصول پر اظہار رائے کرتے ہوئے کہا، "آپ نے نئی فصلوں، نئے بیجوں، نئے چارے اور پھل وغیرہ کے ضمن میں بھی اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ مختلف گاؤں میں ادارہ نے ان نئے فصلوں کے نمائشی پلاٹ لگائے۔ اور تجزیہ کیا کہ کس گاؤں میں کونسی نئی چیز کامیاب ہوئی"۔

آپ نے کہا، "نقصانات میں کمی کے سلسلے میں آپ نے فصلوں اور جانوروں کے نقصانات میں خاطرخواہ کمی کردی ہے۔ اب نئی نسل کے جانوروں کو متعارف کرانے کے لئے یہ ادارہ ایک پروگرام چلانے والا ہے۔ جس سے آپ بھرپور فائدہ اٹھاسکیں گے۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں ہوئی ہیں۔ اور اسی ضلع گلگت میں ہوتی ہیں۔ آپ کے گاؤں میں یہ اقدام اٹھائے گئے ہوں یا نہیں۔ لیکن اس ضلع میں یہ سب کام عملاً ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ جان لیا ہے کہ ان کاموں کا دارومدار اجتماعی انتظام پر ہے۔ یہی سب سے اہم نکتہ ہے کہ گاؤں کا انتظام اجتماعی بنیادوں پر استوار ہو۔ اگر آپ اجتماعی طور سے ان چیزوں کو کرنے پر تیار نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ پایا ہوتا۔ اور کوئی منصوبہ تعمیر نہ کرسکے ہوتے۔ آئندہ بھی آپ ایسے پروگرام چلا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ لوگ انفرادی سوچ میں نہ پڑجائیں ان ساری باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ بخوبی جان سکتے ہیں کہ الگ الگ رہ کر آپ یہ کام اگر کر بھی سکتے تو اس میں زیادہ وقت، سرمایہ اور محنت لگتی۔ لیکن اجتماعی طور سے آپ نے ایک کام شروع کیا تو آپ نے کم وقت، کم سرمایہ اور کم مشقت سے اسے مکمل کرلیا"۔

آپ نے کہا، "ڈاکٹر اختر حمید خان آپ سے اکثر یہ پوچھتے رہے ہیں کہ آپ کے گاؤں کے سبھی افراد کو فائدہ پہنچانے والا کام بہتر ہے یا چند لوگوں کے مخصوص مفادات کو تحفظ دلانے والا کام اچھا ہے۔ چونکہ اس سوال کا تعلق آپ سے ہے اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ صدور اور منیجر اپنے گاؤں میں کس قسم کا انتظام چاہتے ہیں۔ اگر یہ عہدیدار بے لوث اور انسان درست ہیں اور چاہتے ہیں کہ گاؤں کے سبھی لوگوں کو فائدہ پہنچانے والا کام ہو تو وہ اس کام کو کر سکتے ہیں۔ اگر گاؤں میں ایسا کوئی آدمی نہیں ہے تو پھر اے کے آر ایس پی لاکھ کوشش کیوں نہ کرے

میں ہزار جتن کیوں نہ کروں۔ اور سوشل آرگنائزر رات دن ایک کر کے محنت کیوں نہ کرے، یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اور اس سلسلے میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ آپ کے دل میں کیا ہے۔ اس کا اندازہ میں نہیں لگا سکتا۔ البتہ آپ کے عمل ہی سے ہم جان سکتے ہیں کہ آپ واقعی گاؤں کے تمام لوگوں کی بھلائی چاہتے ہیں یا نہیں۔ اور یہ اس لئے کہ اس کی کئی ایک مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ چند گاؤں میں کھاتے پیتے لوگوں نے صرف اپنے فائدے کو مدنظر رکھا۔ اور تمام دیگر گاؤں والوں کے مفاد کو پس پشت ڈال دیا۔ ان لوگوں نے تنظیم کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اس کام میں افسوسناک بات یہ ہے کہ اس ادارہ کے بعض کارکنوں کا بھی ہاتھ تھا جنہوں نے یہ سوچا کہ تنظیم کو چاہے جتنا بھی نقصان پہنچے خیر ہے۔ البتہ اپنوں کا مفاد سلامت رہے۔ اور ایسی تنظیم خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اس میں ایک ایسا نظام رائج ہو گا جس میں صرف چند لوگوں کو فائدہ ہو گا۔ اگر آپ ستائیسویں کانفرنس کی روداد غور سے پڑھیں تو آپ کو معلوم ہو گا، کہ ڈاکٹر اختر حمید خان نے آپ اور پاکستان کے دوسرے حصوں کے لوگوں کے درمیان کیا فرق محسوس کیا ہے۔ آپ کس قسم کا انتظام کس طرح سے یہاں رائج کر رہے ہیں کہ گاؤں کے سبھی لوگوں کو فائدہ پہنچے، اور ان کے حالات سدھر جائیں۔

آپ نے کہا، اگر گاؤں کی تنظیم نے ٹریکٹر لے لیا ہے تو وہ گاؤں سے اس پچیس تیس ہزار روپیہ کو جو باہر چلا جایا کرتا تھا گاؤں ہی میں روک سکی ہے۔ اس میں سبھی گاؤں والوں کا مفاد ہے۔ اگر گاؤں میں کسی ایک فرد کا ٹریکٹر ہوتا تو یہ رقم کس کی جیب میں چلی جاتی۔ ظاہر ہے کہ ایک فرد کا فائدہ ہوتا۔ تو یہ فرق ہے، انفرادی اور اجتماعی تنظیم کے مابین"۔

آپ نے کہا، میں ایک ایسے گاؤں میں گیا جہاں تنظیم ٹریکٹر خریدنا چاہتی تھی۔ وہاں پر دو ممبروں نے اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے ٹریکٹر خریدنے کے نقصانات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اور کہا کہ وہ ٹریکٹر نہیں خریدیں گے۔ ان میں سے ایک ممبر نے کہا کہ ان کی تنظیم کے لئے تھریشر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کچھ عرصہ بعد پچھلی مرتبہ میں پھر اسی تنظیم میں گیا تو ایک ممبر نے مجھے بتایا کہ جن ممبروں نے ٹریکٹر اور تھریشر کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے زرعی بنک سے قرضہ لے کر ٹریکٹر اور تھریشر خرید لیا ہے۔ تنظیم کے دیگر تمام ممبر انہی کے ٹریکٹر اور تھریشر کو کرایہ پر لے لیتے ہیں۔ ان باتوں سے آپ یہ سمجھیں کہ ہر گاؤں میں اجتماعی مفاد کو اولیت دینے والے لوگ نہیں ہوتے۔ مذکورہ تنظیم کے وہ دونوں ممبر بدقسمتی سے تنظیم کے عہدیدار بھی تھے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اجتماعی انتظام کے قیام کا دارومدار تنظیم کے عہدیداروں پر ہے"۔

آپ نے کہا، "آپ جانتے ہیں کہ ان دنوں عالمی بنک کی ایک جماعت اس پروگرام کی افادیت کی جانچ پڑتال کرنے اور اس کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے یہاں آئی ہوئی ہے۔ اب تک ان کی حتمی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ پھر بھی مجھے ان کے سرسری تاثرات سے یہ اندازہ لگانے میں دقت نہیں ہوتی۔ کہ وہ لوگ آپ کے کام کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ لیکن آپ یہ بات یاد رکھیں کہ اگر آپ نے اجتماعی مفاد کی خاطر اجتماعی انتظام کے کام کو آگے نہ بڑھایا تو پھر آپ آگے نہیں بڑھ سکیں گے۔

آپ نے کہا، "دو تنظیمیں قریب قریب تھیں۔ ان میں شروع سے برابری تھی۔ لیکن ایک حد پر پہنچ کر انہوں نے گاؤں کے انتظام پر توجہ نہ دی۔ انہوں نے اگرچہ دس پندرہ ہزار درخت بھی لگائے لیکن ناقص انتظام کی وجہ سے وہ ان کے کام نہ آسکے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے گاؤں کے انتظام کو بہتر بنائیں۔ جس سے سب کو فائدہ ملے، کم خرچ ہو اور اس سے صرف چند لوگوں کو فائدہ نہ پہنچتا ہو۔ اس انتظام کو رائج کرنے میں ہی گاؤں کے تمام لوگوں کے مفادات مضمر ہیں"۔ آپ نے مزید کہا، "میں آپ کو آج صاف صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر گاؤں کے لوگ یعنی آپ اس بات کو نہیں سمجھتے اور اس انتظام کے قیام میں دلچسپی نہیں لیتے تو پھر ہم لاکھ کوشش بھی کیوں نہ کریں آپ کا گاؤں آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

جنرل منیجر نے اپنی افتتاحی تقریر کی بساط سمیٹتے ہوئے کہا، "آج عالمی بنک کی جماعت کے ساتھ ان کی میٹنگ ہے۔ اس لئے ظہرانے تک اس کانفرنس کی کاروائی سمیٹ لی جائے تو بہتر ہو گا۔ آج آپ اس

(باقی ص۱۸ پر)

تحریر:
آغا سید یحییٰ شاہ

سچی باتیں

نسیبہ بنت کعب اپنے بیٹے عمارہ کی وجہ سے اُمِّ عمارہ کے نام سے مشہور تھیں ان کے کندھے پر ایک ایسا نشان تھا جس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ یہ کسی گہرے زخم کا داغ ہے۔ خواتین اور خصوصاً وہ نوجوان لڑکیاں جنہوں نے رسولِ مقبول ؐ کا زمانہ نہ دیکھا تھا یا عہد رسول ؐ میں بہت کم سن تھیں۔ اُمِّ عمارہ کے کندھے پر گہرا زخم کا نشان دیکھ کر اس ہولناک واقعہ کے بارے میں پوچھنے لگتی تھیں جس کی وجہ سے اُمِّ عمارہ کو شدید زخم لگا تھا اور ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ جنگِ "اُحد" کی داستان کو اُمِّ عمارہ کی زبان سے سنیں جس کے دوران انہیں یہ صدمۂ جانکاہ برداشت کرنا پڑا تھا۔

اُمِّ عمارہ کو اس بات کی قطعی فکر نہ تھی کہ ان کے شوہر اور دونوں لڑکے میدان احد میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے رسول مقبول ؐ کی حفاظت میں ہمہ تن مصروف ہیں وہ تو اپنے کندھوں پر مشکیزہ اٹھائے ہوئے زخمی سپاہیان اسلام کو پانی پلانے اور ان کی دیکھ بھال کرنے میں لگی ہوئی تھیں سپاہیان اسلام کی مرہم پٹی کرنے کے لئے وہ اپنے ہمراہ کپڑے کی کچھ پٹیاں بھی لئے ہوئے تھی اس کے علاوہ اس دن نسیبہ کے پاس اور کوئی کام نہ تھا۔ جنگ کے آغاز میں افراد کی قلت اور اسلحہ کی کمی کے باوجود سپاہیان اسلام نے دشمن کو ایک بڑی شکست سے دوچار کر رکھا تھا اور دشمن میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہونے پر مجبور ہوا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد عینین پہاڑی پر موجود نگہبانوں کی معمولی سی غفلت کی وجہ سے دشمن کی فوج پیچھے کی جانب سے لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑی۔ صورت حال بدل گئی اور رسول ؐ مقبول کے قریب جمع سپاہیان اسلام چاروں طرف منتشر ہو گئے۔

نسیبہ نے جب یہ حالات دیکھے تو پانی کی مشک زمین پر رکھ دی اور اپنے ہاتھوں میں تلوار اٹھالی۔ کبھی وہ تیر کمان سے کام لیتی تھی اور کبھی تلوار کے سہارے دشمن کی فوج پر حملہ کرتی تھی میدان جنگ سے بھاگتے ہوئے ایک سپاہی کی زرہ چھین لی اور دشمن کا مقابلہ کرتے وقت اس زرہ سے بھی کام لینے لگی۔ اچانک میدان جنگ میں یہ آواز اُبھری "خود محمد کہاں ہے، خود محمد کہاں ہے" یہ سنتے ہی نسیبہ اس طرف تیزی سے دوڑ پڑی جدھر سے یہ آواز آرہی تھی اور جہاں پہنچتے ہی اس نے دشمن سپاہی پر دو تین گہرے وار کر دیئے جو یہ نعرہ بلند کر رہا تھا۔ چونکہ وہ سپاہی دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس وجہ سے نسیبہ کے وار کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ لیکن اس سپاہی نے نسیبہ کے کندھے پر ایک بھرپور وار کر دیا جس کی وجہ سے نسیبہ کا شانہ ایسا زخمی ہوا کہ سال بھر سے زیادہ عرصے تک اس کا علاج ہوتا رہا۔ رسول مقبول ؐ نے دیکھ لیا کہ نسیبہ کے زخم سے خون کا فوارہ ابل رہا ہے انہوں نے نسیبہ کے ایک لڑکے کو آواز دی اور فرمایا" دوڑو اور اپنی ماں کے زخم پر پٹی باندھ دو" چنانچہ لڑکے نے والدہ کے گہرے زخم پر مضبوط پٹی باندھ دی اور نسیبہ پھر میدان کارزار میں ہمہ تن سرگرم ہو گئیں۔ دریں اثنا نسیبہ نے دیکھا کہ اس کے ایک فرزند کو زخم لگا ہے اس نے فوراً وہ پٹیاں نکال لیں جنہیں وہ اپنے ہمراہ لائی تھی اور تیزی سے اپنے زخمی لڑکے کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ رسول اکرم ؐ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے اور اس خاتون کی بہادری دیکھ کر ان کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں ہوئے۔

اپنے لڑکے کے زخم پر پٹی باندھنے کے بعد نسیبہ اس سے کہنے لگی میرے بیٹے دشمنان اسلام سے جنگ کے لئے فوراً آمادہ ہو جا۔ ابھی

نسیبہ اپنا یہ جملہ پورا بھی نہ کرنے پائی تھی کہ رسول اکرمؐ نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نسیبہ سے کہا۔ تیرے لڑکے کو زخمی کرنے والا شخص یہی ہے۔ یہ سنتے ہی نسیبہ شیر نر کی طرح اس پر ٹوٹ پڑی اور اس کی پنڈلیوں پر ایسی تلوار ماری کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا نسیبہ تو نے اپنا انتقام لیا خدا کا شکر ہے کہ تجھے کامیابی حاصل ہوگئی اور اس نے تجھے عزت اور سرخروئی عطا کردی۔"

اس جنگ کے دوران کچھ مسلمان سپاہی شہید ہوگئے اور کچھ زخمی نسیبہ بھی بری طرح زخمی ہو چکی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ واقعہ احد کے بعد رسول مقبولؐ نے سپاہیان اسلام کو "حمراء الاسد" کی طرف حرکت کا حکم صادر کیا چنانچہ لشکر اسلام حمراء الاسد کی طرف چل پڑے۔ نسیبہ لشکر کے ساتھ حرکت کرنا چاہتی تھی مگر گہرے اور سنگین زخم کی وجہ سے اس میں آگے بڑھنے کی طاقت نہ تھی حمراء الاسد سے واپسی کے فوراً بعد ہی رسول مقبولؐ نے ایک شخص کو نسیبہ کی مزاج پرسی کے لئے اس کے پاس بھیجا۔ اس نے واپس آکر نسیبہ کی سلامتی کی اطلاع دی۔ رسولؐ خدا یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے

- رسول مقبولؐ حسب معمول اپنے گھر میں بیٹھے تھے اصحاب رسولؐ نے ان کے گرد اس طرح حلقہ کر رکھا تھا جیسے انگوٹھی کے درمیان نگینہ ہو اسی اثناء میں ایک مفلس گدڑی پوش مسلمان مجلس رسولؐ میں داخل ہوا اور اسلامی روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے جس کی روشنی میں ہر شخص کو برابر کا درجہ حاصل ہے اور آداب مجلس کی رو سے نوارد کو جہاں خالی جگہ ملے اسی جگہ بیٹھ جانا چاہیئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ فلاں جگہ میری شان کے مطابق نہیں ہے وہ غریب مسلمان اپنے بیٹھنے کے لئے خالی جگہ تلاش کرنے لگا۔ اس نے چاروں طرف نگاہ کی تو ایک کونے میں اس کو خالی جگہ نظر آئی لہٰذا نہایت خاموشی کے ساتھ وہ وہاں پر بیٹھ گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کے قریب ایک دولتمند شخص پہلے ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس غریب مسلمان کو اپنے قریب بیٹھا دیکھ کر اس دولت مند آدمی نے اپنے قیمتی کپڑے سمیٹے اور اس سے دور ہٹا۔ رسول مقبولؐ بڑے غور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ دولت مند آدمی کا یہ اخلاق دیکھ کر پیغمبر اسلامؐ نے اسے مخاطب کیا اور فرمایا "تو ڈر گیا کہ کہیں اس کی مفلسی اور فقیری کا سایہ تیرے اوپر نہ پڑے"؟

"نہیں یا رسول اللہ! نہیں"

"پھر کیا بات تھی جس کی وجہ سے تو اس مفلس آدمی کو دیکھتے ہی ایک طرف ہٹ گیا؟"

"اے اللہ کے رسولؐ! مجھ سے غلطی ہوگئی اور میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے کے لئے آمادہ ہوں اور کفارہ کی صورت میں میں اپنی ملکیت کا آدھا حصّہ اپنے اس غریب اور مفلس بھائی کو عطا کر دینا چاہتا ہوں"۔

دولت مند آدمی کی یہ بات سن کر وہ غریب بول پڑا "لیکن میں اسے قبول کرنے کے لئے قطعی آمادہ نہیں ہوں"۔

مجلس رسولؐ میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے دریافت کیا "آخر کیوں؟"

"میں ڈرتا ہوں کہ کہیں دولت کی فراوانی ایک دن مجھے بھی اتنا مغرور نہ کردے کہ میں بھی اپنے دوسرے مفلس مسلمان بھائی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرنے لگوں جیسا اس شخص نے آج میرے ساتھ کیا ہے"

معراج خان سوشل آرگنائزر
مستوج، چترال

چترال کا قدیم دیہی نظام

ہر سوسائٹی اور معاشرے کا اپنا ایک طریقِ کار اور رسم و رواج کا ایک روایتی انداز ہوتا ہے جس کے تحت معاشرے کے افراد اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گذارنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک نظام چترال میں زمانہ قدیم سے رائج رہا ہے ہر گاؤں میں مشترکہ مفاد کے تحفظ کے لئے ایک ایسی جماعت موجود تھی جسے مقامی کھوار زبان میں گرام کہتے ہیں۔ اس گرام کی باقاعدہ کوئی میٹنگ تو نہیں ہوتی تھی لیکن خوشی اور غمی کے موقعوں پر جب لوگ اکٹھے ہوتے تھے تو گاؤں کے مفاد کا ذکر چھڑ جاتا اور بحث و تمحیص کے بعد متفقہ فیصلے صادر کئے جاتے تھے۔ گرام کے اراکین اپنے گاؤں کے لوگوں پر کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے اس لئے لوگ ان کی قیادت اور اشارت کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے تھے۔

گرام کے اراکین اکثر ایسے کاموں کی تکمیل پر زور دیتے جن سے زمینیں، چراگاہیں اور ذرائع آمدورفت کی ضروریات پوری ہو سکتیں ان منصوبوں پر اپنی مدد آپ کے تحت کام کیا جاتا تھا۔ مختلف اوزار اور دیگر اسباب کی فراہمی کے لئے لوگ چندہ جمع کرتے اور اگر منصوبہ ان کے بس سے باہر ہوتا تو وہ کسی ماہر ٹھیکیدار کے ذریعہ اسے مکمل کرا لیتے تھے۔ منصوبے کی تکمیل سے حاصل ہونے والی زمین چندہ میں دی جانے والی رقم کی بنیاد پر تقسیم ہوتی تھی۔ پانی کی وارہ بندی مختلف ٹولیوں میں بانٹ دی جاتی اور سال میں ایک بار کوہلوں کی صفائی وغیرہ سبھی لوگ مل کر کیا کرتے تھے۔ کوہل کی مستقل نگہداشت کے لئے ایک دو آدمی مقرر ہوتے، جنہیں "میر ژوئے" کہا جاتا تھا۔ فصل کے پکنے پر ہر گھرانہ طے شدہ گندم کی ایک مقدار انہیں ادا کرتا تھا۔

گاؤں بھر کے مال مویشی اور بھیڑ بکریوں کو چرانے کا انتظام بھی اجتماعی ہوا کرتا تھا۔ اس مقصد کے لئے گاؤں کے دو آدمی مقرر ہوتے تھے۔ صبح سب لوگ اپنے جانوروں کو "نیرژون" میں جمع کرتے اور چرواہے دن بھر انہیں چرا کر شام کو پھر اسی مقام پہ لے آتے تو لوگ اپنے جانوروں کو گھر کی طرف ہانک کر لے جاتے تھے ان چرواہوں کا کوئی مخصوص یا طے شدہ معاوضہ نہیں ہوتا تھا البتہ ہر گھرانہ انہیں "اوناز" یعنی دن کی روٹی روزانہ مہیا کرتا تھا۔ ہر سال گاؤں کا ہر گھرانہ انہیں ایک کھال اور "نسالو" کے گوشت کا ایک حصّہ بھی دیا کرتا تھا۔ یہ نظام کوئی مستقل اور معقول معاوضہ نہ ملنے کی وجہ سے ناکام ہوا تو گاؤں کے لوگوں نے باری باری بھیڑ بکریوں کو چرانے کا طریقہ "سوت سیری" اختیار کیا۔ اس طریق کار میں اگر کوئی فرد ایک بار اپنی باری کا ناغہ کرتا تو سزا کے طور پر اس کے جانوروں کو "سوت سیری" سے خارج کر دیا جاتا تھا یا گاؤں کے تمام جانوروں کو اس کی زمین پر آزاد چھوڑا جاتا تھا۔ اس نظام میں ایک قباحت یہ بھی تھی کہ اگر کوئی فرد "سوت سیری" میں شریک نہ ہوتا اور اپنے ریوڑ کو الگ سے چرانے والا بھی ہوتا تو اسے لازماً گاؤں والوں کے اجتماعی ریوڑ کو اپنی باری پر چرانا پڑتا تھا۔ اگر کسی شخص کے پاس کوئی جانور نہ بھی ہوتا تو اُسے بھی اپنی باری لینی پڑتی تھی۔ موسم گرما کے دوران جانوروں کو گاؤں کے چند گھرانے بال بچّوں سمیت گرمائی چراگاہوں کی طرف ہانکتے تھے جنہیں کچھ معاوضہ دیا جاتا تھا۔

جنگلات کا تحفظ بھی گرام کی ذمہ داریوں میں سے تھا کھلے بندوں جنگل سے لکڑیاں کاٹ لانے پر "سق" یعنی پابندی تھی۔ البتہ شادی غمی کے موقعوں پر اس پابندی میں ذرا لچک پیدا کی جاتی تھی۔ اس ضابطہ کی

خلاف ورزی کرنے والوں سے ملکرٹیاں چھین کر کھلے میدان میں جلائی جاتیں یا عبادت خانوں کو بھیج دی جاتی تھیں۔ اس کام پر مامور نگراں کی بات نہ ماننے کی صورت میں خلاف ورزی کرنے والوں کے جانور چھین کر ذبح کر دیئے جاتے اور گوشت گاؤں والوں میں تقسیم ہوتا تھا۔

کاشت کاری اور دیگر گھریلو استعمال کے اوزار بنانے اور ان کی مرمت کا انتظام کرنے کی ذمّہ داری بھی گرام کی تھی جس کے تحت گرام گاؤں کے کسی لوہار کو اس کام کے لئے نامزد کرتا تھا جسے سال کے آخر میں گاؤں کا ہر گھرانہ معاوضہ ادا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ زمینداری کے کاموں میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کی غرض سے دس پندرہ افراد کا ایک گروہ تشکیل دیا جاتا تھا جو باری باری گاؤں کے کھیتوں کو دیسی کھاد دیتا تھا۔ اس کام کو مقامی زبان میں "خرمن کوبی" کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کھیتوں میں ہل چلانے کے لئے گاؤں کے لوگ ایک دوسرے کے بیلوں کو اپنی باری پر جوت لیتے تھے۔

غرض کئی ایسے طریقے زمانۂ قدیم سے رائج چلے آ رہے تھے لیکن مناسب سرپرستی اور معاوضہ نہ ملنے کی وجہ سے یہ اجتماعی کام متروک ہوتے گئے۔ بالآخر اے کے آر ایس پی کے ساتھ متعلق دیہی ترقی کے ماہرین نے سوچا کہ گاؤں کے اس قدیم نظام کو نہ صرف بحال کرنے کی ضرورت ہے بلکہ اس کی قدامت پر جدید سائنسی اور تکنیکی اصولوں کی پیوند کاری کے ذریعے اس کی ہیئت اور فعالیّت کو گاؤں کی اجتماعی ترقی کے لئے پائیدار اور چوکس بنایا جائے۔ تاکہ قدیم و جدید کے اس امتزاج کے نتیجہ میں قدیم گزارہ کی زراعت کو جدید تجارتی زراعت کا رتبہ ملے اور گاؤں سے غربت کے دیرینہ سائے چھٹ جائیں۔

اس مقصد کے تحت دسمبر ۱۹۸۲ء کو شمالی علاقوں اور چترال میں آغا خان رورل سپورٹ پروگرام وجود میں آیا۔ چترال میں گرام کو اور زیادہ موثر اور فعال بنانے کے لئے گاؤں گاؤں تنظیمیں قائم کی گئیں صدور اور منیجروں کا انتخاب گاؤں والوں کی مرضی و منشا کے مطابق ہوا۔ یہی وہ تنظیمیں ہیں جن کی سرپرستی میں گاؤں کے اندر مذکورہ قدیم طریقوں کو جدید اصولوں کے ساتھ ملا کر ایک مستقل انتظام کی بنیادیں رکھی گئیں۔ ہفتہ وار میٹنگوں میں ممبروں نے اپنی بچت جمع کرائی اور اس طرح سے گاؤں والوں کا اپنا سرمایہ بڑھتا گیا۔ آج اسی سرمایہ کی بنیاد پر تنظیموں کو مختلف قسم کے قرضے بلاسود فراہم کئے جاتے ہیں۔ جدید زرعی اصولوں سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے اور انہیں فصلوں اور پھلوں میں ہونے والے نقصانات کی روک تھام کے جدید طریقے سکھائے جاتے ہیں۔ آج ہر گاؤں میں ایک ماہر مال اور ایک ماہر فصلات اپنے کام میں مصروف ہیں۔ زرعی قرضوں کے حصول سے لوگوں کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے جسے اجتماعی طور سے مارکیٹ کرنے کی عملی تربیت ہر تنظیم سے ایک مارکٹنگ ماہر کو دی جاتی ہے تاکہ وہ مؤثر اور منافع بخش مارکٹنگ کے طور طریقوں سے آگاہ ہو۔

آج یہ بات واضح ہوئی ہے کہ پرانے نظام پر جدیدیت کی پیوند کاری ترقی کے نئے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ آج اس علاقہ کے لوگ تنظیموں کی شکل میں متحد و متفق باہمی تعاون و اشتراک سے زندگی کی راہ میں آگے بڑھ رہے ہیں۔ ابتدائی نتائج سے یہ آس بندھی ہے کہ اگر گاؤں والے اس نئے نظام کی آبیاری صحیح طور سے کرتے رہے تو وہ دن دور نہیں کہ وہ معاشی استحکام کی اس منزل کو جا لیں جس کی نشان دہی ہز ہائی نس نے کی ہے۔

مصنوعی گلیشیر کی پیوندکاری

زندگی گذارنے کی تگ و دو میں شمالی علاقوں کے لوگوں نے لچک دار اور ناقابل تسخیر جذبہ کا مظاہرہ کیا ہے جو انہیں اپنے اچھوتے ماحول سے نمٹنے کے لئے نئے نئے حل سجھاتا ہے۔ ان حساس اور غیر یقینی ماحولیاتی اثرات میں پر وقار گلیشیر بھی ایک رحمت ہیں۔ گرما کے خشک موسم میں ان گلیشیروں سے بہنے والا پانی آبپاشی کے علاوہ چراگاہوں اور جنگلوں کو سرسبز کرتا ہے۔ جو ان لوگوں کے لئے سال بھر ایندھن فراہم کرتے ہیں۔ بہر حال کبھی کبھی ان گلیشیروں کی غیر متوقع حرکت نے بے پناہ تباہی بھی مچائی ہے۔ آگے رینگتے پھسلتے اور پسپا ہوتے ہوئے گلیشیر نہ صرف ذرائع آبپاشی کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔ بلکہ پوری آبادی کو بہالے جاتے ہیں۔ گلیشیر اور اس کے دامن میں آباد بستی کا نہ قابل جدا حد تک مربوط ہے۔ شاہراہ قراقرم کے ساتھ ساتھ بے شمار متروک انسانی بستیوں اور کھیتوں کی موجودگی گلیشیروں کی تباہ کاری کی نشانی ہے

اس پر اسرار ارضی ساخت کے بارے میں حقیقی اور تخیلاتی کہانیوں سے پر لوک ورثہ یہاں اگر عام ہے تو اس میں کیا تعجب ہے۔ ان گھریلو قسم کی کہانیوں نے گلیشیروں کو زندہ مخلوقات کا درجہ دے رکھا ہے انہیں جب ایک بار زندہ مخلوق جانا گیا تو انہیں نر اور مادہ میں تقسیم کر دینا فطری بات تھی۔ مقامی روایات میں ان دونوں کی پہچان کے کئی طریقے ہیں۔ نر گلیشیر شفاف اور مادہ گلیشیر گدلا اور غیر شفاف ہوتا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق مادہ گلیشیر نر گلیشیر کے مقابلے میں ساکت اور بے مزہ ہوتا ہے۔ گلیشیروں کے اختلاط میں پیش رفت کے مشاہدہ کے ساتھ ساتھ انہیں کم کرنے کے مختلف طریقے بھی دیکھے گئے ہیں۔ اس اصول کے نتیجہ میں اگر مخصوص رسومات پوری کی جائیں تو ایک نیا گلیشیر جنم لیتا ہے۔ ترقی کے ساتھ اس کا ربط اتنا کچا نہیں جتنا کہ نظر آسکتا۔ برف کے پانی پر انحصار کرنے والی آبادیوں میں مصنوعی گلیشیروں کی تخلیق سے پانی کی قلت کو دور کیا جاسکتا ہے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ آبپاشی کے ذریعوں کو بہتر بنانے کے لئے آج سے ۲۹ برس پہلے لگایا ہوا مناور کا مصنوعی گلیشیر ان نر اور مادہ گلیشیروں کے اختلاط سے وجود میں آیا ہے۔ زندگی بھر کا ساتھ دینے والے ان منصوبوں کو پالنے پوسنے والے اعتقادات کو جھٹلانا مشکل ہے۔

سکندر آباد کے لوگوں نے حال ہی میں ایک نئے گلیشیر کی پیوندکاری کا فیصلہ کیا۔ سکندر آباد گلگت سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر نگر میں شاہراہِ قراقرم کے کنارے آباد ایک گاؤں ہے جہاں پانی کی شدید قلت ہے۔ سکندر آباد کو آباد کرنے والے چھ میل لمبے کوہل میں نلت، جعفر آباد اور ٹونگدا اس برابر کے شریک ہیں۔ پانی کی تقسیم کی بنا پر وقتاً فوقتاً ہونے والے جھگڑوں نے پانی کی مسلسل فراہمی کو غیر یقینی بنایا ہے اس کے ساتھ ساتھ ٹوٹ کر گرنے والے برفانی تودے اور چٹانیں اکثر کوہل کو منہدم کر کے پانی کی قلیل ترسیل کو روک دیتے ہیں۔ پانی کی قلت کے مسئلے سے نمٹنے کے لئے پانی کی تقسیم کے روایتی طریقے" وارہ بندی پر عمل کرتے ہیں۔ خود کفالت کے حصول کی راہ میں پانی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اے کے آر ایس پی نے مذکورہ کوہل کی توسیع اور پھسلنے والے تودوں سے بچاؤ کے لئے گاؤں والوں کو عطیہ فراہم کیا جس سے کسی حد تک مسئلہ حل ہوا۔

سکندر آباد کے لوگ بیس برس سے ایک گلیشیر کے خواب دیکھتے رہے

تھے جو پانی کا ایک مستقل اور محفوظ ذریعہ ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ اتنے بڑے کام کو نمٹانا ہی تھا۔ نر اور مادہ گلیشیروں سے ایک ساتھ لگر لاکر گاؤں کے اوپر موزوں اور مناسب بلندی تک پہنچانا اور وہ بھی بغیر کسی مقام پر دم لئے آسان کام نہ تھا۔ گلیشیر کی بنیاد رکھنے کے مقام پر بعض رسومات تفصیل کے ساتھ پوری کی جاتی ہیں۔ کچھ کوئلہ، لکڑی اور سونا کبر کے ساتھ دفنائے جاتے ہیں جانی قربانی کی رسم اور موسمی حالات اس طریق کار کا لازمی حصہ ہیں جو بالکل درست ہونے چاہئیں۔ عرصہ سے رائج ان رسومات سے انحراف کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اس تکلیف دہ مشق میں سینکڑوں میل تک برف کے بھاری بوجھ اٹھا کر مختلف بلندیوں پر مسافت طے کرنا پڑتی ہے۔ گلیشیروں کے ماہرین نے نئے گلیشیر کی تخلیق کے بارے میں ایسے بیانات سننے کے بعد یہ بات تسلیم کر لی ہے کہ احتیاط سے کیا ہوا ہر اقدام گلیشیر کی ضروریات کی ضمانت دیتا ہے جس کے تحت یہ بالکل ممکن ہے کہ ایک نیا گلیشیر جمنا شروع ہو جاتے۔ شکی مزاج سیاح اسے سنانے کے لئے ایک اور دلچسپ حکایت سمجھتے ہیں مقامی باشندوں کے لئے اس کا مطلب زندگی اور موت ہے۔

سکندر آباد دیہی تنظیم اے کے آر ایس پی کے عطیہ سے قائم ہوئی جس نے ۱۳ دسمبر ۱۹۸۵ء کو ایک قرارداد منظور کی کہ تنظیم کے ممبر ایک گلیشیر کے قیام کے کام میں شریک ہیں۔ مقامی تنظیم کی موجودگی میں یہ مشکل کام زیادہ دیر تک مشکل نہ رہا۔ اے کے آر ایس پی کے ہیلی کاپٹر کو دو مختلف گلیشیر سے برف اٹھا کر سکندر آباد کے اوپر بلندی تک پہنچانے کا کام سونپا گیا۔ بہر حال چیف پائلٹ نے اس بلندی پر ہیلی کاپٹر کو اتارنے کی عملی مشق کی لیکن اس نے تنگ گھاٹی میں اترنے کو مشکل اور خطرناک کام قرار دیا۔ اس فیصلہ سے ہمت ہارے بغیر لوگوں نے گلیشیر کی تنصیب کے کام کو مکمل کرنے کا عزم کر لیا۔ تنظیم کے ممبروں نے برف اٹھالانے کے لئے مختلف ٹولیاں بنائیں۔ آٹھ کارکنوں کی پہلی جماعت برفوز (ہوپر) اور بُوتر کے گلیشیروں سے ۱۶ بوری نر اور مادہ برف لینے گئی۔ ۸ کارکنوں کی دوسری جماعت ہوپر ریسٹ ہاؤس میں ایک ٹریکٹر سے ان کا انتظار کرنے لگی۔ ۱۵ ستمبر کو ۱۶ بوری برف پلک جھپک میں سکندر آباد پہنچائی گئی۔ اسی دوران ۴۰ ممبروں کی ایک قطار پہاڑ کے دامن سے ۱۸۰۰۰ فٹ کی بلندی تک کھڑی تھی کچھ ممبر پہلے ہی گلیشیر کے لئے چار گڑھے کھودنے کے لئے گئے ہوئے تھے۔ خطرناک پہاڑی پگڈنڈیوں پر کھڑے لوگوں نے مسلسل دس گھنٹہ تک باری باری بوجھ اٹھا کر گلیشیر کے مقام تک پہنچایا۔ یہ تھکا دینے والا کام رات کے گھپ اندھیرے میں مکمل ہوا۔

اب چار آدمیوں کو اپنی جان کی قربانی پیش کر کے ان چار گڑھوں میں برف کو دفنانا تھا۔ بشیر۔ حاتم۔ رجب علی۔ بختاور شاہ اور علی مدد نے نہایت مہارت اور احتیاط سے نر اور مادہ برف کو یکجا کیا۔ اس میں کچھ کوئلہ، لکڑی اور سونا ملایا۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے عہد کے ساتھ انہوں نے گڑھوں کو مٹی سے ڈھک دیا۔ کہا جاتا ہے کہ گلیشیر کی بنیاد رکھتے وقت اپنی جان کی قربانی پیش کرنے والے شخص کی اولاد نہیں ہوتی۔ اس طرح گاؤں کے اُن معمر ممبروں کو یہ کام کرنا پڑتا ہے۔

اس مہم کی کامیابی کے لئے گلیشیر کی بنیاد رکھنے کے دوسرے دن برفباری بارش کو نہایت نیک شگون خیال کیا جاتا ہے۔ گلیشیروں کے ماہرین کا خیال ہے کہ اس سے درجہ حرارت کم ہو جاتی ہے اور گلیشیر جمنے لگتا ہے خوش قسمتی سے اگلے دن سکندر آباد میں برفباری ہوئی جو مسلسل چھ دن جاری رہی۔ اس شگون نے گاؤں بھر میں امید کی لہر پیدا کی۔ اس منصوبہ کی کامیابی کے متعلق آئندہ آنے والی نسلیں کوئی رائے دے سکیں گی۔

جس عزم کے ساتھ یہ منصوبہ مکمل کیا گیا ہے وہی عزم اور حوصلہ اس علاقہ میں ترقی کی استعداد اور لوگوں کی ذہنی ہمہ گیری کو بڑھانے کی کلید ہے۔

نک گارڈنر کے دورے سے متعلق شکر ریز کی ڈائری سے اقتباس

۲۶ راگست ۱۹۸۶ء آخرکار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آج سہ پہر ساڑھے تین بجے مسٹر نک گارڈنر گوپس پہنچے، دوپہر کے کھانے کا وقت نکل چکا تھا اس لئے نک کے لئے ہم نے ہلکے پھلکے کھانے کا انتظام کیا اور ان سے پوچھا کہ وہ یاسین اور بھنڈر میں سے کس علاقہ کے دورے کو اولیت دیتے ہیں، انہوں نے یاسین کے دورے کی تجویز دی رات ہم یاسین ریسٹ ہاوس میں گذارنے کے ارادے سے نکل پڑے۔ مورکہ پل پہ ایس رو یاسین برکت علی خان مورکہ تنظیم کے صدر اور قائم مقام منیجر سے ملاقات ہوئی برکت علی نے مورکہ کی نئی آبادی دکھانے کی پیشکش کی، ہم سب وہاں گئے تنظیم کے صدر نے ایک کنال نئی اراضی میں گندم کاشت کی تھی جس کی کٹائی کی گئی تھی، ذرا آگے مینیجر کا پلاٹ بھی جا دیکھا اور واپسی کے دوران نک گارڈنر صاحب صدر اور مینجر سے گفتگو کرتے رہے، نک کو بتایا گیا کہ مورکہ میں ہوائی چکی اور آرہ مشین کی تنصیب کا پروگرام ہے، اس سال مورکہ تنظیم نے خوبانی اور گری کی اجتماعی مارکیٹنگ بھی کی، ۱۸ من پھٹور معیار کے مطابق بالترتیب -/۲۸۰ روپے -/۲۵۰ اور -/۲۱۰ روپے فی من اور گری ۸۰ روپے فی کلو گلگت مارکیٹ میں فروخت ہوئے یہ مال مورکہ میں ۱۰۰ روپے فی من (پھٹور) اور ۴۰ روپے فی کلو (گری) کے حساب سے خریدا گیا تھا۔ نک گارڈنر نے پوچھا کہ اس مال کی درجہ بندی تنظیم نے کی تھی اس کے جواب میں اسے بتایا گیا کہ درجہ بندی کا عمل گلگت مارکیٹ میں خریداروں کی رائے سے طے ہوا تھا، نک کے اس استفسار پر کہ تمام لوگوں کو ان کے مال کی قیمت ملی ہے یا نہیں مورکہ کے عہدیداروں نے بتایا کہ چند ممبروں کو رقم ملی ہے اور بعضوں کو تا حال نہیں ملی، اسی دوران محمد ایوب مارکیٹنگ ماہر بھی ہم سے آملے، مورکہ تنظیم کی پیداوار کی مارکیٹنگ ایوب نے ہی کی تھی انہوں نے یہ کہہ کر ہمارے شبہات دور کرائے کہ اس مارکیٹنگ کا حساب کتاب وہ تنظیم کی میٹنگ میں دیں گے جواب تک نہیں بلائی گئی، بہرحال نک گارڈنر نے تجویز دی کہ درجہ بندی کا عمل بھی گاؤں ہی کی سطح پر ہو تاکہ ممبروں کو کوئی شک نہ ہو اور مارکیٹنگ کرنے والے پر بھی حرف نہ آئے ساڑھے سات بجے ہم یاسین ریسٹ ہاوس پہنچے۔

۲۷ راگست ۱۹۸۶ء

یاسین سے صبح سات بجے چلے اور تھوئی داس جاکر گاڑیوں سے اترے وہاں سے داس تنظیم کے کوہل کا کام صاف نظر آتا ہے، برکت نے نک کو بتایا کہ داس میں صدر اور مینجر کے درمیان زمین کا تنازعہ تھا جس سے ممبر بھی دو گروہوں میں بٹ گئے تھے، تنازعہ اگرچہ اب تک ہے لیکن کوہل پر کام شروع کیا گیا ہے، وہاں ہمیں تحصیلی تنظیم کے نمائندے بھی ملے برکت نے نک کے ساتھ ان کا تعارف کرایا اور بتایا کہ انہیں اب تک پی پی آئی یعنی کوئی پیداواری منصوبہ نہیں دیا گیا کیونکہ انہوں نے خود ہی تا حال اس کی نشاندہی نہیں کی نک نے تحصیلی کے صدر اور مینجر سے اس بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ نلتی سے تحصیلی تک رابطہ سڑک کی قرارداد انہوں نے پاس کی ہے جو تین میل لمبی ہے اس سڑک میں کام آنے والی کچھ زمین مالکان قیمتاً دینا چاہتے ہیں جسے خریدنے کے لئے تنظیم کے ممبر بھی تیار رہیں، لگ بھگ ۲۰ کنال زمین اس سڑک کے کام آئے گی، نک نے ان سے پوچھا کہ وہ اس کام کے لئے اے کے آر ایس پی سے کیا توقع رکھتے ہیں تو انہوں نے بتایا کہ وہ ادارہ سے کم از کم دو لاکھ روپیہ چاہتے ہیں اس مطالبہ سے نک گارڈنر کو سخت حیرت ہوئی انہوں نے کہا کہ

اتنے چھوٹے منصوبے کے لئے دو لاکھ روپے طلب کرنا نہایت لغو اور بے معنی بات ہے۔

دہاں سے ہم نلتی گئے۔ رنک نے اس گاؤں کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ اس گاؤں میں تنظیم نے اپنا منصوبہ مکمل کر لیا ہے۔ جو ایک کوہل کی توسیع و کشادگی کا تھا۔ اگرچہ اس کوہل کی توسیع سے نئی زمین آبادی کے قابل نہیں ہوئی لیکن موجود آباد رقبہ کے لئے پانی وافر ملنے لگا ہے اور لوگ پانی کی کمی کے دیرینہ مسئلہ کو حل کر چکے ہیں۔

دراسکن تنظیم کے صدر اور منیجر کے ہمراہ کچھ ممبر بھی ہمیں ملے۔ رنک نے ان کے ہمراہ پیدل چل کر رابطہ سڑک اور پل کا معائنہ کیا پل پار کر کے وہ تنظیم کے عہدیداروں کے ساتھ گفتگو کرتے رہے۔ رنک نے ان سے پوچھا کہ اس رابطہ سڑک کی تعمیر سے انہیں کونسے معاشی فوائد حاصل ہوئے ہیں کیونکہ اے کے آر ایس پی کا ہر اقدام دیہی آبادی کے معاشی فوائد کے لئے ہوتا ہے۔ دراسکن تنظیم کے نمائندے نے بتایا کہ وہ غریب لوگ ہیں آج بھی وہ راشن ڈپو سے غلہ خرید کر گزارہ کرتے ہیں۔ گاؤں کی فاضل پیداوار میوہ جات بیچنے کے لئے انہیں نہایت لمبا چکر کاٹ کر جانا پڑتا تھا اس کے علاوہ ان اشیاء کو وہ پیٹھ پر لاد کر پیدل چلتے تھے اب رابطہ سڑک اور پل کی تکمیل سے نہ صرف ان کا وقت بچا ہے بلکہ فاضل اشیاء کی مارکیٹنگ کیلئے نہایت سہولت پیدا ہوئی ہے آج وہ جیپوں اور ٹریکٹروں پر سامان لاتے اور لے جاتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے گاؤں میں ایک جیپ ہے جسے وہ استعمال کرتے ہیں۔ اس راستہ کی تعمیر سے انہیں مریضوں کو بروقت ہسپتال یا ڈسپنسری پہنچانے میں مدد ملی ہے انہوں نے بتایا کہ اب وہ تھریشنگ مشین کے ذریعے گندم کی گہائی کر سکتے ہیں۔ رنک نے ان سے تھریشنگ مشین کی اجرت کے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ ۸۰ روپے فی گھنٹہ ہے۔ رنک نے منیجر سے ان کی تنظیم کے بارے میں میٹنگوں کے طریق کار کے بارے میں پوچھا تو اس نے حاضری رجسٹر دکھا کر رنک کے سامنے پیش کیا۔ رنک نے حاضری رجسٹر کو دیکھنے کے بعد دو آدمیوں کی نشاندہی کی اور پوچھا کہ وہ دونوں کیوں تنظیم کی میٹنگوں میں مسلسل غیر حاضر رہتے ہیں۔ منیجر نے وضاحت کی اور رنک کو بتایا کہ وہ دونوں ممبر بہت غریب ہیں جو اپنی بچت جمع نہیں کرا سکتے۔ رنک نے منیجر سے پوچھا کہ اس کی تنظیم ایسے غریبوں کے لئے کیا کر سکتی ہے۔ منیجر کے پاس اس سوال کا جواب نہیں تھا اس لئے میں نے مداخلت کی اور کہا کہ پروگرام کا مقصد غریب لوگوں کی آمدنی میں اضافہ کرنا اور غریبوں کا ہاتھ تھام کر اپنے ہمراہ آگے بڑھانا ہے اس لئے تنظیم کو چاہیئے کہ وہ ایسے غریب لوگوں کا خاص خیال رکھے غریب کی مدد کرنے کا کوئی موقع سامنے آئے تو وہ ان کی مدد لازماً کرے۔ صدر نے اور منیجر نے میری باتوں کے جواب میں کہا کہ وہ اپنے تمام ممبروں کو ہمراہ لے کر پروگرام کے ساتھ پورا تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ وہ غریبوں کی مدد کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔

مسٹر رنک کا خیال ہے کہ رابطہ سڑک جیسے منصوبوں سے صرف وسائل والے لوگ ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مارکیٹنگ سے متعلق ایک سوال کے جواب میں رنک کو بتایا گیا کہ انہوں نے تا حال مارکیٹنگ کے عمل میں حصہ نہیں لیا حصہ نہ لینے کی وجہ یہ ہے کہ برکولتی تنظیم کے جن ممبروں نے دو سال پہلے مارکیٹنگ کی تھی اس میں انہیں نقصان ہوا تھا۔ اس لئے انہیں خدشہ لاحق ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا کہ اگر وہ خشک میوہ جات کی مارکیٹنگ کریں گے تو اس میں نقصان کا احتمال نہیں۔ تازہ پھلوں کو اتنی دور گلگت منڈی تک کچے راستے پر پہنچانا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ رنک نے انہیں بتایا کہ وہ گھوئی کی دوسری تنظیموں کی طرح جنہوں نے مارکیٹنگ کے لئے قرضہ جات حاصل کئے ہیں، مارکیٹنگ کے عمل میں شریک ہوں۔

دراسکن سے ہم ٹمٹنگ تھل پہنچے۔ نئی حاصل ہونے والی اراضی پر ایک ممبر گندم کی فصل کو پانی دے رہا تھا۔ تنظیم کے صدر، منیجر اور ممبر بھی وہاں موجود تھے۔ رنک گارڈنر کو یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ پچھلے سال جو لوگ کوہل کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آج وہ نئی زمین پر فصل اگا چکے ہیں۔ انہوں نے پچھلے سال وہ مقام بھی دیکھا تھا جہاں تک کوہل بنا تھا۔ آج ان لوگوں نے ۳۲ کنال زمین کو ہموار کر کے اس میں فصل کاشت کی تھی جس کی کٹائی چند دنوں میں ہو گی۔ رنک نے فرط مسرت سے سوال پوچھا کہ وہ لوگ اس پیداوار کو کیا کریں گے۔ تنظیم کے منیجر محمد فقیر نے انہیں بتایا کہ وہ تھریشنگ کے بعد گندم اور بھوسہ

فروخت کرکے آبکاری کے قرضے کو ادا کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ آنے والے دو برس میں اتنی ہی زمین کو ہموار کرکے اس میں فصل آگائیں گے اور پانچ سال بعد آبادکاری کو مکمل کرکے اراضی کو ممبروں میں تقسیم کریں گے۔ نک گارڈنر ان کی ان باتوں سے بے حد خوش ہوئے اس کے بعد ہم برکولتی بالا کی مکسڈ فارمنگ دیکھنے اور خواتین کی میٹنگ میں شریک ہونے کے لئے روانہ ہوئے ہم نے پہلے ہی عروس بی بی کو وہاں بھیجا تھا۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی خواتین میٹنگ سے فارغ ہو کر چلی گئی تھیں اس لئے ہم برکولتی بالا کے صدر اور حاضر شاہ کے ساتھ اس جگہ گئے جہاں مکسڈ فارمنگ کے سلسلے میں خواتین کے ورکنگ گروپ کو تربیت دی جا رہی تھی۔ نک نے ترقی میں عورتوں کے کردار کے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ آٹھ عورتوں کا ایک ورکنگ گروپ بنایا گیا ہے جنہیں سبزیوں اور فصلوں کے بارے میں عملی تربیت دی جاتی ہے۔ نک نے اس شعبہ کا اظہار کیا کہ ماہرین کی رہنمائی کے بغیر خواتین خاطر خواہ کام نہیں سیکھ سکیتیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہر ہفتہ کوئی ماہر ان کے کام کا معائنہ کرکے مناسب رہنمائی نہ کرے تب تک وہ کامیابی سے اس کام کو آگے نہیں بڑھا سکیتیں۔ نک کو بتایا گیا کہ ادارہ کی طرف سے ان کی تنظیم کو نرسری کے قیام کے لئے ایک لاکھ روپے کا قرضہ دیا گیا ہے جس سے وہ چار کنال زمین کے ارد گرد چار دیواری تعمیر کریں گے اس میں نرسری لگائیں گے اور ساری زمین کو ہموار کریں گے تاکہ اس علاقہ کی پودوں کی ضرورت پوری ہو سکے۔ بہر حال نک نے دلچسپی کا موضوع خواتین کی ترقی ہی رہا اور وہ بار بار اس سلسلے میں منصوبہ بندی کے بارے میں دریافت کرتے رہے ایسا لگتا ہے کہ وہ اس کے بارے میں غیر مطمئن ہیں ان کا کہنا ہے کہ خواتین کے ورکنگ گروپ کی تربیت کے لئے کسی ماہر کا ان کے ساتھ قریبی رابطہ ہونا ضروری ہے وہ اس سلسلے میں گلگت جا کر ماہرین سے بات چیت کریں گے۔

مسٹر نک درکت کی تنظیموں کا دورہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم سیدھے درکت پہنچے دلگرم تنظیم نے اپنے حفاظتی پشتوں کا کام مکمل کر لیا ہے جبکہ کھٹگرام اور داس کے پشتے زیر تعمیر ہیں دلگرم میں تنظیم کے مینجر نائب خاں نے منصوبہ کی تفصیلات سے ہمیں آگاہ کیا۔ نک درکت کی خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوئے انہوں نے نائب خاں سے پوچھا کہ ان کا آئندہ کیا پروگرام ہے،

نائب خاں نے انہیں بتایا کہ وہ مال مویشیوں کی افزائش کے لئے زیادہ سے زیادہ چراگاہیں اگانا اور ان کا اجتماعی طور سے انتظام کرنا چاہتے ہیں۔ یہی بات نک سننا چاہتے تھے انہوں نے تنظیم کے عہدیداروں کو بتایا کہ وہ واپس گلگت جا کر سلیم رحمت اللہ سے اس بارے میں گفتگو کریں گے۔

دلگرم کے حفاظتی پشتوں کی تعمیر کے بعد طغیانی آئی تھی۔ پشتوں نے مکمل طور سے حفاظت کی حالیہ طغیانی کے نشانات بتاتے ہیں کہ پشتوں نے اس کا راستہ روک کر اسے اپنا رخ بدلنے پہ مجبور کیا ہے یہ بات نک کے لئے اطمینان کا باعث بنی۔

داس اور کھٹگرام کے پشتوں کو دیکھنے کے بعد نک نے وہ مقام دیکھنا چاہا جہاں مہم لیفٹیننٹ ہیورڈ کو قتل کرکے دفنایا گیا تھا۔ گاؤں کے لوگ وثوق سے صحیح مقام کی نشاندہی نہیں کر سکتے ایک شخص کی مبہم نشاندہی پہ ہم "فرنگ بر"، یعنی انگریز کا نالہ کے دہانے پہنچے۔ راستہ نہایت تنگ اور دشوار گذار تھا۔ پھر بھی ہم شوق و تجسس کے عالم میں وہاں سے گذر گئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ صحیح جائے قتل و دفن تو وہی ہے لیکن چٹانوں کی شکست و ریخت سے نشانات معدوم ہو چکے ہیں وہاں سے واپس ہم ہندر بالا پہنچے۔ کافی دیر تک ہندر بالا کی تنظیم کے ممبروں سے گفت و شنید ہوتی رہی۔ نک اس تنظیم کی کارکردگی سے بہت خوش ہوئے اور ہم رات 9 بجے رات گذارنے کے لئے یاسین ریسٹ ہاؤس پہنچے۔

شکور ریز

شخصیت

عبداللّٰہ جان

۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پوری قوم جشن آزادی کی مسرتوں میں مصروف تھی۔ جبکہ اسی دن تقریباً دس ہزار فٹ بلندی پر واقع سیربل گاؤں کے ایک متوسط زمیندار یونس خاں کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش پر خوشی منائی جا رہی تھی۔ اس بچے کا نام عبداللہ جان تجویز کیا گیا۔ ہوش سنبھالا تو باپ نے بچے کی ذہانت کو بھانپ لیا۔ علاقے میں ایک ہی سکول موضع پھنڈر میں تھا۔ بچے کو سکول میں داخل کیا گیا اور آٹھویں جماعت تک اس نے تعلیم پائی اسی دوران تجارت کا شوق بھی پورا کیا اور ۱۹۷۰ء میں پاکستان آرمی میں بھرتی ہو گئے۔ چار سال فوج میں رہنے کے بعد فوجی پابندیوں سے اکتا گئے اور از خود برطرف ہو کر گاؤں چلا آیا۔ گاؤں والوں کو عبداللہ جان کی ضرورت تھی۔ چنانچہ نو عمری میں ہی اسے گاؤں کا نمبردار مقرر کیا گیا۔ ۱۹۸۰ء میں ڈسٹرکٹ کونسل اور یونین کونسل دونوں سیٹوں کے لئے امیدوار بنا اور یونین کونسل کے لئے بلا مقابلہ ممبر منتخب ہوئے۔ دوسری مرتبہ بھی بلا مقابلہ یونین کونسل کے ممبر منتخب ہوئے انہوں نے گاؤں کی ترقی کے لئے محنت سے کام کیا۔ یونین کونسل کی سطح میں گاؤں کے کوہل کی مرمت کیلئے رقم لگوائی اور کام سرانجام دیا وہ سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے مثلاً جماعت خانے کی تعمیر میں صف اول رہے۔ پھنڈر اور رولوملی گاؤں کے ساتھ سیربل گاؤں کے حد بندی کے تنازعات میں نمایاں اصلاحی کردار ادا کئے۔ اس گاؤں سے شاذ و نادر ہی کوئی معاملہ عدالتوں میں جاتا ہے۔ گاؤں کی پسماندگی کے متعلق عبداللہ جان کہتے ہیں کہ لوگ ۱۰ دن پیدل مسافت طے کر کے سوات سے ۲۰ سیر نمک گاؤں پہنچا سکتے تھے۔ یہ زمانہ عبداللہ جان کے بچپن کا تھا۔ گلگت سے پھنڈر کا فاصلہ بہت کم ہی لوگ پیدل طے کر کے جا سکتے تھے۔ غربت کا یہ عالم کہ ۱۲ آدمی ایک ایک کمبل کے نیچے سوتے تھے۔

اپنے گاؤں کو غربت کی پستیوں سے نجات دلانے کے لئے عبداللہ جان نے رات دن محنت کرنا شروع کیا۔ اور گاؤں کے نمبردار بھی چنے گئے۔ کوآپریٹو مہم گاؤں پہنچی۔ تو عبداللہ جان نے فوراً ہی گاؤں والوں کو مجتمع کر کے ایک انجمن امداد باہمی کی بنیاد ڈالی اور ۱۹۸۲ء میں جب آغا خان رورل سپورٹ کا پروگرام شروع ہوا۔ تو انہوں نے گاؤں میں پروگرام کے اصولوں پر چلنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی اور ایک ہی دیہی تنظیم کی بنیاد رکھی تنظیم نے کوہل کی مرمت و توسیع کو اولیت دی اور کام کو مکمل کیا۔ نہ صرف یہ بلکہ جب اے کے آر ایس پی کی طرف سے پھنڈر تنظیم کو کوہل کی کشادگی اور توسیع کے لئے سکیم دی گئی۔ تو انہوں نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو لے کر پھنڈر تنظیم کے ساتھ کام کیا اور نتیجے کے طور پر اپنے گاؤں کے احاطے میں ۴۴۷ کنال غیر آباد اراضی کو آبپاشی کے قابل بنا دیا۔ تنظیم کے اصولوں کو غور سے دیکھا اور اپنے گاؤں کی تنظیم کو ان اصولوں پر مزید فعال بنایا اور اس نئی زمین کے ایک حصے کے گرداگرد ۱۴۷ فٹ لمبی چار دیواری اجتماعی طور پر تعمیر کی گئی۔ پھر غیر مزارعہ زمین کی آبادکاری کے لئے تنظیم نے پانچ سالہ منصوبہ بندی کی اور اے کے آر ایس پی نے ۴۵۰۰۰ روپے قرض حاصل کر کے باقاعدہ آبادکاری کا آغاز کیا۔ آج تک سیربل تنظیم نے ۳۳۰۰ جنگلی درخت لگائے۔ اور ۱۰۰ کنال زمین پر رشکہ کے بیج کاشت کئے گئے ہیں۔ تنظیم کو تیسری مرتبہ کھاد کا قرضہ ملا ہے اور قرضے کی واپسی بروقت ہوتی ہے۔

کھاد کے استعمال سے سیربل گاؤں کے زمینداروں کی معیشت میں جو فرق آیا ہے اسے بھی عبداللہ جان بغور دیکھ رہے ہیں ایک سوال کے

جواب میں عبداللہ جان نے بتایا کہ اس سال پھنڈر کے علاقے میں چارے کی قلت ہوئی تو بہت سے لوگوں نے آکر سیربل گاؤں کے زمینداروں سے بھوسہ حاصل کیا۔

عبداللہ جان اپنے گاؤں کے سپلائی ڈپو ہولڈر بھی ہیں ان کا کہنا ہے کہ ۴ سال پہلے ان کے گاؤں کے ۶۰ گھرانوں میں سے صرف دو گھرانے ڈپو سے گندم نہیں خریدتے تھے۔ اب ڈپو سے گندم خریدنے والوں کی تعداد صرف ۱۰ رہ گئی ہے۔ یہاں کے ماہر فصلات آدینہ خان اس دفعہ ۲۵ من بجو فروخت کرنے کے قابل بھی ہوا۔

عبداللہ جان کی دلچسپی گاؤں کی ترقی کے ایک یا دو پہلوؤں سے نہیں بلکہ اے کے آر ایس پی کے ہر پہلو سے انہیں والہانہ محبت ہے۔

۱۹۸۶ء میں سیربل تنظیم نے پھنڈر کے علاقے میں مویشیوں اور دوسری

اجناس کی اجتماعی مارکیٹنگ میں بھی پیش قدمی کی اور اے کے آر ایس پی کے ہر پہلو سے انہیں ۳۷،۵۰۰/- روپے قرضہ حاصل کرکے جولائی کے مہینے میں شندور پولو میچ کے دوران کھلاڑیوں اور شائقین کی آسائش کو دیکھتے ہوئے تنظیم کی وساطت سے مختلف اجناس مثلاً رتنکہ لکڑی اور مویشی شندور لے جاکر فروخت کئے اور اگست کے مہینے میں بیل اور بھیڑیں داریل تنگیر کے لوگوں کے ہاتھ فروخت کئے۔ انہوں نے یہ ثابت کیا کہ تنظیم کے ذریعے مارکیٹنگ آپنے تیئں حالات کو دیکھتے ہوئے کی جائے تو فائدے کے بہت مواقع ہیں اس مارکیٹنگ کے دوران میں تنظیم کو ۴۵۹۶/- روپے منافع حاصل ہوا جس میں سے ۱۰۰۰/- روپے سرمایہ محفوظ میں رکھا جائیگا اور باقی رقم ممبران میں یکساں تقسیم کرنے کے بعد ان کی بچت میں جمع کی جائے گی۔

بقیہ: اٹھائیسویں کانفرنس سے جنرل منیجر کا خطاب

موضوع پر اظہار رائے کریں گے۔ کہ اجتماعی انتظام کے قیام کے سلسلے میں آپ کو کیا دقت پیش آرہی ہے۔ اگر اس انتظام کو سمجھنے میں کوئی مشکل سامنے ہے تو آپ ضرور پوچھیں۔ آپ کو اس کی مزید وضاحت کی جائے گی۔ یہ عمل اس لئے بھی ضروری ہے کہ گاؤں کی ترقی کے لئے یہ ایک ناگزیر امر ہے۔ اس کانفرنس میں گوہر صاحب بھی ہیں جو حکومت

پاکستان، یونیسیف اور آغاخان فاؤنڈیشن کے اشتراک سے چلنے والے کمیونٹی بیسک سروس (C B S) سے متعلق ہیں۔ وہ آپ کو اپنے ادارے کے بارے میں بتائیں گے۔ اب گاؤں کے اجتماعی انتظام کے قیام کا مرحلہ آپہنچا ہے۔ اس لئے آپ اس موضوع پر کھل کر بات کریں۔ اپنی مشکلات کی نشاندہی کریں۔ اور اپنی تنظیم کی اس سلسلے میں پیش رفت سے ہمیں آگاہ کریں۔

تحریر: وزیر غلام حیدر۔ سوشل آرگنائزر

دیہی تنظیم بیڈونگ

قانون فطرت کے تحت کائنات کا ہر ذرہ تغیر پذیر رہتا ہے بقول غالب ؏

سکوں محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

خدا بہتر جانتا ہے کہ اب تک کتنی انسانی بستیاں وجود میں آئیں اور صفحہ ہستی سے منہدم ہوگئیں آج ان کی صرف چند نشانیاں جہان والوں کو درس عبرت دینے کو باقی رہی ہے بصیرت رکھنے والی قومیں فطرت کے اس تغیر و تبدل اور اقوام عالم کے عروج و زوال سے سبق لیتی ہیں اور نہ صرف اپنے حال کو بہتر بنانے میں مصروف رہتی ہیں بلکہ مستقبل کے لئے موزوں منصوبہ بندی کرکے اس پر عمل کرتی ہیں۔

بیڈونگ تنظیم کے ممبروں کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوتا ہے جو سورج کی مانند جیتے ہیں اور قدرتی آفات کا منہ موڑنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں، انہوں نے نہایت مختصر عرصہ میں اپنے فولادی عزم سے کام لے کر دریائے سندھ کی باغی موجوں کے منہ میں لگام دی ہے۔

بیڈونگ یا مہدی آباد دریائے سندھ کے دہانے آباد ہے جہاں پر سو گھرانوں کے ۸۰۰ نفوس بستے ہیں اس گاؤں کو بھی زمانے کے حوادث سہنے پڑے ہیں کہتے ہیں کہ آج سے تیس چالیس برس پہلے بیڈونگ ایک نہایت زرخیز اور شاداب گاؤں تھا، جہاں پر پھل پھول اور فصلیں وافر ہوتی ہیں، وہاں لوگوں کی کثیر زمینیں تھیں، ایک دفعہ دریائے سندھ میں ایسی ہولناک طغیانی آئی کہ گاؤں کا بیشتر حصہ کٹ کر پانی کی نذر ہو گیا، نہ صرف زرخیز زمین پھلدار درخت اور قیمتی چراگاہیں دریا برد ہوگئیں بلکہ لوگوں کے مکان، قبرستان اور عبادت گاہوں کے لئے بھی ایک مسلسل خطرہ پیش پیش تھا، یہ وہی گاؤں تھا جسے لوگ تنگری خورد کے نام سے پکارتے تھے، جہاں صرف آباد رقبہ ہی ۱۵ ہزار کنال پر مشتمل تھا، آج مشکل سے ڈیڑھ ہزار کنال رقبہ باقی بچا ہے۔

بیڈونگ کے حاجی عباس کے بقول ان کی پچاس کنال زمین تھی جو دریا کے بہاؤ اور کٹاؤ کا شکار ہوتے ہوتے گھٹ کر آج بارہ کنال رہ گئی ہے انہوں نے بتایا کہ گذشتہ سال خوبانیوں کے ۱۹۱ درخت اور ایک درجن دیو قامت سفیدے دریا کی موجوں کی بھینٹ چڑھ گئے ہیں، اس مسلسل خطرہ سے بقیہ آبادی کو محفوظ رکھنے کے لئے بیڈونگ کے لوگوں نے کئی بار حفاظتی بند باندھنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے، انہوں نے اس سلسلہ میں حکومت سے بھی کئی بار درخواست کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی البتہ کمشنر اجلال حسین کے دور میں محکمہ جنگلات نے ایک بند تعمیر کیا اور گذشتہ برسوں میں لوکل باڈیز کے محکمہ نے بھی بند کے لئے ۱۵۰۰۰/- روپے فراہم کئے تھے جس سے ایک بند تعمیر تو کیا گیا لیکن بقول شاعر۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

پھر جب اے کے آر ایس پی کے حدود کار کو بلتستان تک وسعت دی گئی تو حاجی محمد عباس کے کہنے کے مطابق ان کی آس پھر بندھی، ادارہ کے اہلکاروں نے مختلف گاؤں میں تنظیمیں قائم کرانے کی غرض سے دورے شروع کئے، وہ بیڈونگ بھی گئے اور ادارہ کے اغراض و مقاصد اور طریق کار کے بارے میں تفصیلات بتائیں، اہل بیڈونگ نے نومبر ۱۹۸۵ء میں ۶۸ ممبروں پر مشتمل ایک تنظیم بنائی جس کی حالیہ بچت ۳۲،۳۰۵/- روپے ہے۔

تنظیم کے قیام سے اب تک بیڈونگ کے ممبر باقاعدہ ہفتہ وار میٹنگ منعقد کرتے اور اپنی بچت میں بلاناغہ اضافہ کرتے جا رہے ہیں، میٹنگ کا آغاز

تلاوت کلامِ پاک سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد اجتماعی غور و خوض سے مسائل کا حل ڈھونڈھتے اور مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ گذشتہ سات ماہ کے دوران بیڈ ونگ تنظیم نے بے شمار مفادِ عامہ سے متعلق معاشی معاشرتی اور سماجی امور طے کئے ہیں۔

تنظیم کے ممبروں نے نومبر اور دسمبر ۱۹۸۵ء کے دوران بیڈ ونگ کے مختلف محلوں کے درمیان ۳۳۸۰ فٹ سڑک کی تعمیر و مرمت کا کام کر کے آمد و رفت میں سہولتیں پیدا کیں انہوں نے اپنے پرانے کوہل کی مرمت اور توسیع کا منصوبہ اپنی مدد آپ کے تحت مکمل کیا۔ سرما کے دوران سڑک پر سے برف صاف کر کے انسانوں اور حیوانوں کی آمد و رفت کو سہل بنا دیا۔ اس کے علاوہ تنظیم نے بچوں کو بیکار وقت ضائع کرنے سے روکنے کے لئے ایک مدرسہ بھی قائم کیا جہاں پر سکول کے اوقات کے بعد شام کو انہیں دینی و دنیاوی علوم سکھائے جاتے ہیں تنظیم نے ادارہ سے اوزاروں کے لئے عطیہ بھی لیا ہے۔ وہ اوزار آج تنظیم مختلف حاجت مندوں کو کرایہ پر دیتی ہے۔ تنظیم کے دو نامزد ممبروں کو ادارہ نے ماہر مال اور ماہر فصلات کی تربیت دی ہے۔ وہ گاؤں میں بڑی دلچسپی سے کام کرتے اور ادویہ کی قیمت کے ساتھ ساتھ اپنا معاوضہ بھی باقاعدہ وصول کرتے ہیں۔

بیڈ ونگ تنظیم نے اپنی اشد ضرورت کی حیثیت سے دریائے سندھ پر ایک حفاظتی بند باندھنے کے منصوبہ کی نشاندہی کی تھی جسے ادارہ نے منظور کر کے دو لاکھ انیس ہزار روپے کا عطیہ فراہم کیا۔ منصوبہ پر باقاعدہ کام کا آغاز جنوری ۱۹۸۶ء کو ہوا۔ تنظیم نے ضابطۂ اشتراک و تعاون میں ادارہ کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ مطلوبہ حفاظتی بند کی تعمیر کا کام دریائے سندھ کے چڑھ آنے سے پہلے ہی مکمل کرے گی۔ تنظیم کے ممبروں میں منفی ۲۵ درجہ سنٹی گریڈ سردی کے باوجود جالہ کی مدد سے دریائے سندھ کے پار سے ۶۰ ہزار مکعب فٹ پتھر منصوبہ کے مقام پر جمع کئے۔ روزانہ اوسطاً ۱۲۰ نفر ممبر کام پر حاضر ہوتے رہے اس کے علاوہ منصوبہ کو بر وقت مکمل کرنے کی غرض سے قریبی دیہاتوں مونجونگ، غاسنگ، اپندا اور مہدی آباد نالہ سے بھی مزدور اور معمار بلائے گئے۔ روزانہ چھ ٹریکٹر پتھروں کی ڈھولائی کرتے رہے۔ انتہائی سردی کے باوجود بیڈ ونگ تنظیم کے ممبروں نے دریائے سندھ کی طغیانی کو روکنے کے لئے بند کی تعمیر شروع کی تنظیم سے ادارہ نے ۶۵۰ فٹ لمبے ۸' تا ۱۴' چوڑے اور ۸' تا ۱۵' اونچے ایک بند کی تعمیر کا وعدہ لیا تھا۔ تنظیم کے ممبروں نے نہ صرف مطلوبہ بند بنایا بلکہ اس سے بھی پچاس فٹ زائد کام کیا اس بند کی بنیادیں دریائے سندھ کی ۸' تا ۱۵' گہرائی میں رکھیں، فولادی تار کی جالیاں بنا کر پتھروں کی دیوار اٹھائی۔

دوسرا بند حسب وعدہ ۲۰۰' × ۸' × ۸' بنانے کی بجائے تنظیم نے ۲۱۵' × ۹' × ۱۲' حجم کا بنایا۔ اس بند کی بنیادیں دریا میں ۱۲' گہری رکھی گئیں جس میں ۲۵۰ کریٹ ۴' × ۵' سائز کی استعمال ہوئیں

تیسرا بند ۱۲۰۰' × ۵' × ۸' سائز کا تھا جس کی تعمیر کے لئے کونسلر سید محمد علی شاہ نے اپنے حلقہ کی ترقیاتی رقم سے امداد فراہم کی تھیں۔ تین ماہ کی مختصر مدت میں بیڈ ونگ تنظیم نے مجموعی طور پر ۲۲۰۰ فٹ لمبا ۸' تا ۱۶' چوڑا اور ۸' تا ۱۶' اونچا بند تعمیر کیا جس کا حجم ایک لاکھ ستر ہزار مکعب فٹ ہے اس کی تعمیر پر تین لاکھ آٹھ ہزار روپے کی لاگت آئی اور منصوبہ پر لگنے والی زائد رقم ممبروں نے چندہ کر کے جمع کی آج اس بند کی تعمیر سے دریائے سندھ کا رخ بدلا گیا ہے۔ یہ بند انسانی قوت تسخیر اور عزم و عمل کی ایک شاندار مثال ہے۔

تنظیم کے ممبر کہتے ہیں کہ اگر اے کے آر ایس پی کا تعاون اور اس کے اہلکاروں کی معاونت نہ ہوتی تو یہ کام ناممکن ہوتا۔ ان کے بقول بروقت بند کی تعمیر سے انہوں نے اپنی بقیہ زمینوں، مکانوں، قبرستانوں اور عبادت گاہوں کو دریا برد ہونے سے بچا لیا ہے۔

آج اہل بیڈ ونگ ایک نئے عزم اور ولولے سے اپنے شاندار مستقبل کی تعمیر میں اجتماعی طور سے مصروف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ تنظیم کی برکتیں ہیں جس نے انہیں ایک ہونے اور قوت کا محور ہونے کا عملی درس دیا ہے۔

پیغام

ایک ہی تنظیم کے سب ممبروں کے نام ہے
گاؤں کی ساری زمین اِک اجتماعی فارم ہے

اپنی حالت کو سُدھارو اپنی قوّت سے ابھی
غیر سے اُمید مثلِ حسرتِ ناکام ہے۔

اپنا سرمایہ کرو پیدا، ہنر تم سیکھ لو
برکتیں تنظیم کی پاؤ، یہی پیغام ہے!

ایک ہو جاؤ، رکھو باہم روابط استوار
احترامِ آدمیّت ہی صحیح اسلام ہے

وہ گرے مرے اکھاڑیں جن کی نیّت خام ہے
تم مسلماں ہو تمھیں بس کام ہی سے کام ہے

مان لیتے ہیں کہ اطوارِ اب وجد خوب ہیں
فی زمانہ جدّتوں میں بھی بڑا آرام ہے۔

محمد امین ضیا

اکرام اللہ جان

کوآپریٹیو تحریک پر ایک نظر

- برطانیہ ایک ایسا ملک ہے جہاں کوآپریٹیو نظام کی تحریک بہت پرانی ہے۔ آج وہاں صارفین کی ۲۲۷ انجمنیں یا تنظیمیں موجود ہیں جن کے ممبروں کی تعداد ایک کروڑ نو لاکھ چار ہزار ہے

ممبروں کی سہولت کے لئے خرید و فروخت کے ۱۳۰۰۰ مراکز قائم کئے گئے ہیں۔ ان مراکز میں حجامت بنوانے سے تجہیز و تکفین تک کی سہولتیں صارفین کو میسّر ہیں۔ برطانیہ کے علاوہ ایسی انجمنیں آئس لینڈ، فن لینڈ اور سویڈن میں بھی موجود ہیں۔

- سوئیٹزرلینڈ کی ایم۔ آئی گرودس نام کی انجمن ۱۹۴۱ء کو بنی تھی۔ پورے ملک میں وہ واحد انجمن تھی جو سب سے ارزاں نرخوں پر اشیائے صرف مہیّا کرتی ہے

آج اس سوسائٹی کی کئی بڑی بڑی تجارتی فرمیں اور مختلف مصنوعات کی کئی فیکٹریاں چالو ہیں۔

- اسرائیل میں ان انجمنوں کو سب سے بڑھ کر ممبر ملے ہیں جہاں ایک گاؤں کا ہر فرد انجمن کا ممبر ہے۔
- فرانس میں چلنے والی ۲۲۵ تنظیموں کے ۳۸،۳۵۰۰۰ ممبر ہیں جو کھربوں روپے مالیّت کا کاروبار کرتی ہیں۔
- شمالی امریکہ میں ۲۲۳ تنظیموں کے ۵،۷۰۰۰ ممبروں کے تین سو مختلف قسم کے کارخانے کام کرتے ہیں۔
- کینیڈا میں صارفین کی چھوٹی چھوٹی تنظیمیں ہیں جو اپنے ممبروں کو کم قیمت پر اشیائے صرف مہیّا کرتی ہیں۔ ان تنظیموں کی آمدنی ممبروں کی سماجی ضرورتیں اور سہولتیں مہیّا کرنے پر صرف کی جاتی ہے۔

جگلوٹ سئی کی تنظیموں سے
ڈاکٹر اختر حمید خان کا خطاب

ڈاکٹر اختر حمید خان صاحب کا شمار ان شخصیتوں میں ہوتا ہے جنہیں مادی علوم کے علاوہ دینی علوم پر بھی عبور حاصل ہے۔ موصوف جس وقت جامعہ ملیہ دہلی میں استاد تھے تو اس دوران انہوں نے مسلمانوں کے مشہور دینی درس گاہ دیوبند سے بھی فیض حاصل کیا۔ وہ وہاں مولانا حسین احمد مدنی صاحب کے شاگرد رہے اور وہاں سے قرآنی علوم اور احادیث پر عبور حاصل کیا۔ ۶ر ستمبر ۱۹۸۶ء کو انہوں نے جگلوٹ سئی میں تاریخ اسلام کی روشنی میں مسلمانوں کی ترقی اور زوال کے بارے میں اپنے زرین خیالات کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر اختر حمید خان صاحب نے فرمایا" ہندوستان کے حکمرانوں میں سے تقریباً سب ہی سُنّی مسلمان تھے۔ مسلمانوں کی اتنی بڑی حکومت جس کی سرحدیں سمرقند اور بخارا سے لے کر برما تک پھیلی ہوئی تھیں آخرکار تباہ ہوگئی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو سلطنتیں اور تہذیبیں تباہ ہوجاتی ہیں۔ ان کی وجوہات اکثر اندرونی ہوتی ہیں۔ اندرونی کمزوریوں کی صورت میں باہر سے حملہ ہوتا ہے۔ مثلاً اکبر کے دور میں پرتگیزی اور انگریز ان کی خوش آمد کیا کرتے تھے مگر جب احمد شاہ بادشاہ بنا تو نادر شاہ نے بھی حملہ کیا اور انگریزوں نے بھی اس کی حکومت ختم کردی یہ کمزوری کیوں پیدا ہوئی! عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اسلام کو چھوڑ دیا تھا وہ ٹھیک ہے لیکن اس کی وجوہات اور بھی تھیں مثلاً اورنگ زیب عالمگیر ہندوستان کے آخری طاقتور بادشاہ کو آپ لے لیں۔ وہ نیک اور بڑا ایماندار تھا۔ عالم بھی تھا وہ عربی فارسی اور ہندی زبان کو جانتا تھا۔ اس نے ہندوستان پر ۵۰ سال حکومت کی اور ۹۰ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ اسے دنیا کا کافی تجربہ تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اس کے چاروں طرف کیا ہو رہا ہے وہ دیکھ رہا تھا کہ ہندوستان کے مسلمان اس وقت تک حج نہیں کرسکتے جب تک کہ انگریزوں کو رشوت نہ دی جائے کیونکہ ان کے جہازوں میں ایسی توپیں نصب تھیں کہ مغل بادشاہ ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ ان کے رائفل مسلمانوں کی بندوقوں سے اچھے تھے اور ان کے فوجی تربیت یافتہ تھے۔ ایک دن اورنگ زیب عالمگیر کے پاس ان کا ایک استاد آیا اور کہا کہ اسے شاہی انعام و اکرام سے نوازا جائے اورنگ زیب نے احترام کے ساتھ اپنے استاد سے شکوہ کیا کہ اس نے اسے دنیا کے بارے میں کچھ نہیں پڑھایا۔ عالمگیر نے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ان کے دور میں جو طب پڑھائی جاتی ہے وہ ارسطو اور جالینوس کے دور کی ہے جو دو ہزار سال پرانی ہے۔ اس کے مقابلے میں یورپ میں اسی طب کے ساتھ ساتھ جدید تحقیق پر مبنی طب بھی پڑھائی جاتی ہے جس کے نتیجہ میں ان کے ڈاکٹر ان کے حکیموں سے بہت آگے نکل گئے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اورنگ زیب کو یہ معلوم ہوا کہ ان کے تعلیمی نظام میں کمی ہے۔ بابر کے زمانے میں مغل اور انگریز برابر تھے۔ لیکن بعد میں انگریزوں نے نئے طریقے اور علوم سیکھے جبکہ مغلوں کی توپیں وہی پرانی طرز ہی کی رہیں اور انگریزوں نے ان سے کئی گنا بہتر توپیں ایجاد کرلیں جس کی وجہ سے مسلمان شکست پر شکست کھاتے گئے اور انگریز فتوحات حاصل کرتے رہے۔ جنگ آزادی میں انہوں نے نہایت کم وقت میں اپنی فوج سے کئی گنا بڑی فوج کو شکست دی اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے پاس علم و ہنر نہیں تھا یا انہیں اور کوئی بہتر طریقہ معلوم نہیں تھا وہ لکیر کے فقیر تھے اور

اپنے پرانے طریقوں پر قائم تھے۔"

آپ نے فرمایا "ہر معاشرے میں کچھ رسوم اور عبادات ہوتی ہیں۔ جن کی حیثیت مستقل ہوتی ہے انہیں بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن علم ایک جگہ جامد نہیں رہتا بلکہ اس میں برابر ترقی کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں یورپ کی ایک گائے اتنا ہی دودھ دیتی تھی جتنا ایک ہندوستانی گائے دیتی ہے لیکن آج یورپ کی گائے ۴۰ لیٹر دودھ دیتی ہے جب کہ ہماری گائے اتنا ہی دودھ دیتی ہے جتنا کہ وہ اکبر کے زمانے میں دیتی تھی آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یورپ والوں کی حالت بھی ہماری جیسی تھی۔ گرمیوں میں جانور پالے میں گئے۔ سردیاں آئیں تو چارہ نہ ہونے کی وجہ سے نسالو کے لئے ذبح کیا۔ سوئٹزرلینڈ کے لوگ روس جا کر ان کی دربانی کیا کرتے تھے اور گورکھوں کی طرح جا کر فوج میں بھرتی ہوتے تھے۔ کیونکہ ان کے گاؤں میں کھانے پینے اور پہننے کے لئے کچھ بھی موجود نہیں تھا۔ لیکن انہوں نے علم اور ہنر سیکھنا شروع کیا۔ انہوں نے چارے اور جانوروں کی ترقی کے بارے میں ہنر سیکھنا شروع کیا۔ ان کے جانوروں کا دودھ رفتہ رفتہ ۱۰ سے ۲۰ اور ۳۰ سیر تک پہنچ گیا۔ پھر کیا تھا سینکڑوں من مکھن اور پنیر پیدا ہونے لگا۔ وہی پہاڑ جو زیادہ چرانے کی وجہ سے ننگے ہو گئے تھے۔ آج جا کر دیکھئے کہ وہ سرسبز ہیں جہاں جنگل ہی جنگل ہے اور گھاس خوب اُگی ہوئی ہے۔ یہ سب کیوں اور کیسے ہوا؟ علم کے زور سے ہوا۔ نئے طریقوں کے سیکھنے سے ہوا اور منظم ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔"

آپ نے کہا "ہمارے زوال کی وجہ یہی ہے کہ ہم علوم نہیں سیکھتے وجہ یہ نہیں کہ لوگ نماز نہیں پڑھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ پہلے کی نسبت زیادہ نمازی اور پرہیزگار ہیں۔ آپ لوگ شراب نہیں پیتے۔ جوا نہیں کھیلتے۔ لونڈیاں نہیں رکھتے اور عیاشی نہیں کرتے ہیں۔ خرابی ہے تو صرف یہی کہ علم اور نئے طریقے نہیں سیکھتے۔"

آپ نے سر سیّد احمد خان کی خدمات کو سراہتے ہوئے کہا "مسلمانوں میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جس نے اس حقیقت کو جان لیا۔ وہ ایک عالم تھا۔ اس نے مولویوں ہی سے علم حاصل کیا تھا وہ فلسفہ اور تاریخ کا علم رکھتا تھا۔ وہ مسلمانوں کی حالت زار پر رویا کرتا تھا اس نے انگریزوں کے طریقوں کو غور سے دیکھا۔ اس نے برطانیہ اور فرانس جا کر ان کی حالت دیکھی اور واپس آکر مسلمانوں سے کہا مسلمانو! ہوش میں آؤ! علم سیکھو! اور نئے طریقوں کو اپناؤ! اس نے کہا، ہندو کیا کرتے ہیں؟ ہندو علم حاصل کرتے ہیں جس سے ان کی حالت بہتر ہوتی جا رہی ہے لیکن تم لکیر کے فقیر ہو اور کہتے ہو کہ پدرم سلطان بود یعنی "ہمارے باپ دادا بادشاہ تھے" انہوں نے ایک انگریزی سکول قائم کیا۔ سائنٹیفک سوسائٹی اس کا نام رکھا مسلمانوں نے کہا کہ تم اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ تم ہی سب سے اعلیٰ ہو۔ سر سید خود ایک اچھا مسلمان تھا اس نے کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ ہم قرآن مجید کے وارث ہیں جو کہ ۱۰۰ فی صد سچی ہدایت کی کتاب ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ ہمارے پاس خُدا کے آخری رسولؐ پاک کا پیغام ہے۔ ہمارا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، جہاد اور تمام عبادات ٹھیک اور صحیح ہیں۔ مگر ہمارا علم ناقص ہے اور ہمارا عمل ناقص ہے۔ ہم ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔ دشمنیاں کرتے ہیں مگر دوستی نہیں کر سکتے انہوں نے کہا کہ اے مسلمانو! تم علوم کو سیکھو۔ نئے طریقے اختیار کرو بے شک دین پر قائم رہو لیکن نئی باتیں ضرور سیکھو۔ سر سید کی تعلیمات سے اس وقت کے مولوی صاحبان سخت ناراض ہوئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر وہ دوسروں کے طریقوں کو اختیار کریں تو کافر بن جائیں گے۔

(ہر کہ دانا کند۔ کند نادان بعد از خرابیٔ بسیار)

آپ نے کہا "دیکھئے! سر سیّد احمد خان مسلمانوں کو جس چیز کو کرنے کی تاکید کرتا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر پچاس سال بعد عمل کرنا شروع کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ۵۰ سال پیچھے رہ گئے۔ بعض لوگوں نے سر سید احمد خان کی بات مانی۔ مثلاً پنجاب کے لوگوں نے اس کی نصیحتوں پر عمل کیا اور علی گڑھ کالج کے لئے چندہ دیا۔ انہوں نے اپنے بچوں کو علی گڑھ سے تعلیم دلوائی تو ان کی ترقی ہو گئی۔ لیکن بنگال کے لوگوں نے ان کی بات نہ مانی جس کے نتیجہ میں وہ پیچھے رہ گئے۔ ۲۰ سال بعد جا کر انہیں کہیں ہوش آیا کہ ان سے بڑی غلطی ہو گئی ہے تو پھر انہوں نے ایک بیٹے کو مکتب اور ایک بیٹے کو سکول بھیجنا شروع کیا۔"

ڈاکٹر اختر حمید خان نے فرمایا: "شمالی علاقہ جات کے لوگوں کے

سامنے بھی ایسا ہی ایک مسئلہ ہے آپ کے پاس بھی ایسا ہی ایک مسئلہ ہے۔ آپ کے پاس بھی AKRSP کے ذریعے پیغام آیا ہے کہ آپ نئے علوم سیکھیں اور نئے طریقے اختیار کریں۔ پیغام یہ نہیں ہے کہ آپ اپنے عقائد کو بدل ڈالیں یا اپنی کسی رسم اور عبادت کو بدل دیں۔ عقائد اور رسوم سب درست ہیں ان میں کسی قسم کے نقص کے پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پیغام میں یہ باتیں شامل ہیں کہ آپ کی کھیتی باڑی کیسے بہتر ہوگی اور آپ زمین کو کیسے آباد کریں گے یہ پروگرام آپ سے کہتا ہے کہ آپس میں جھگڑے مت کرو اور مل جل کر کام کرو تاکہ اللہ آپ کے اتفاق و اتحاد میں برکت دے۔ پیغام یہ ہے کہ آپ ہمیشہ غریب نہیں رہیں گے۔ یہ زمین، یہ پہاڑ، یہ پانی جو اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں آپ ان کی مدد سے اپنے حالات کو اسی طرح بدل ڈالیں جس طرح کہ یورپ اور جاپان کے لوگوں نے بدلی ہے۔ پیغام یہ نہیں کہ یورپ کی طرح عیسائی بنو یا جاپان کی طرح بدھ بنو۔ آپ کے مذہب، عقیدہ اور مسلک کو کوئی نہیں بگاڑ سکتا اس لئے آپ نئے علوم اور نئے طریقے سیکھیں۔ اس میں آپ کا فائدہ ہے، آپ نے فرمایا "مجھے یقین ہے کہ جب سر سیّد احمد خان اللہ کے دربار میں حاضر کیا گیا ہوگا تو اللہ نے یقیناً ان سے فرمایا ہوگا "اے سرسید! تم نے میرے پیغمبرؐ کی اُمّت کو غفلت کی نیند سے جگا کر ایک نیک کام کیا ہے تم بہشت میں چلے جاؤ کہ نیک کام کا بدلہ جنت ہی ہے" آپ نے کہا، "اصلاح معاشرہ کا درس اسلام ہی نے دیا ہے اس لئے آپ سب کو چاہیئے کہ روشن مستقبل اور زندگی کے لئے اپنے گاؤں کو منظم کریں، نئے طریقے سیکھیں اور ایک نیا نظام قائم کریں۔"

بقیہ: اشتراک عمل کی ایک مثالی تنظیم

نے تحریک کا شعور دیا ہے، وہاں ان کی صفوں میں اتحاد اور یک جہتی پیدا کر کے مشترکہ مفاد کے لئے مشترکہ جذبہ جدوجہد کرنے کی بے چین خواہش پیدا کر دی ہے۔ اس علاقے میں اس پروگرام کی آمد سے پہلے گاؤں کے چند لوگ کوئی فیصلہ کرتے تو ایک جماعت ان کی مخالفت پر اتر آتی تھی اس لئے وہ اپنے جائز مطالبات کو ذمہ دار سرکاری اہلکاروں تک پہنچا ہی نہیں سکتے تھے لیکن اب وہ مشترکہ پلیٹ فارم پر متحد ہو کر اپنے حقوق کا تحفظ بآسانی سے حاصل کر سکتے ہیں تنظیم کا کوئی ممبر اجتماعی فیصلوں کی خلاف ورزی کرتا ہے تو تنظیم اس پر اس کی حرکت کے مطابق جرمانہ کرتی ہے۔

دیہی تنظیم رحیم آباد نمبر ا کے ممبروں کے مطابق اس سال گندم اور مکئی کی فصل عمدہ ہوگی کیونکہ اب انہیں پانی کی قلت کا مسئلہ درپیش نہیں ان فصلوں کی بروقت آبیاری اور اضافی زمین کی آبادکاری سے اب صرف فی کس پیداوار کی شرح میں خاطر خواہ اضافہ ممکن ہوا ہے۔ ان تعمیری نتائج سے متاثر ہو کر تنظیم کے ممبروں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب کے بعد وہ ہر کام تنظیم کی سطح پر اجتماعی طور سے کریں گے ان کا یہ عزم یقیناً ہماری دوسری تنظیموں کے لئے ایک قابل تقلید مثال ہے۔

ایک خط

شیر قلعہ

۱۳ / اپریل ۱۹۸۶

جناب ایڈیٹر "اجالا"

السلام علیکم! اُجالا کا چوتھا شمارہ بھی وقت پر نہ ملا۔ آپ کی یہ حکمت عملی ہمیں عجیب سی لگتی ہے۔ اے کے آر ایس پی جیسے عظیم ادارے کے لئے ایک مختصر پرچہ کے اخراجات برداشت کرکے وقت مقررہ پر شائع کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے آپ اس رسالہ کی بروقت اشاعت کے بارے میں ہمارا ردّ عمل دیکھنا چاہتے ہیں تو عرض ہے کہ اگر آپ کے پاس فنڈز کی کمی ہے تو ہم اپنی مدد آپ کے تحت اس کی اشاعت کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

میں عرض کروں گا کہ اُجالا اے کے آر ایس پی کا سب سے خوبصورت تحفہ ہے۔ یہ ہمیں اسلامی بھائی چارہ، اجتماعی جدوجہد اور خدمت خلق کا وہ سبق دیتا ہے جس کا اعتراف موجودہ دور کا ترقی یافتہ انسان کرتا ہے اور یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلام ہی ایک عالمگیر دین ہے۔

اجالا کے ذریعہ امداد باہمی، ایثار اور انسانی ہمدردی کے جذبات اور اصولوں کی نہ صرف پرچار ہوتی ہے بلکہ جدید تقاضوں کی روشنی میں سوچ اور فکر کے نئے نئے زاویے اُبھر کر سامنے آتے ہیں۔

"اجالا" خاموش مگر متحرک، چھوٹے مگر عظیم انسانوں کو نمایاں کرکے دوسروں کو بھی نیک، مخلص اور ایثار پسند بننے کی مؤثر ترغیب دیتا ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اُجالا کی روشنی روز بروز بڑھتی ہی جائے گی۔

پھنڈر کے علاقہ میں ہمارے مؤثر رابطہ کا ذریعہ ہیلی کاپٹر کا نقصان ایک بڑا خسارہ ہے اس سانحہ سے ہمیں بے حد دکھ پہنچا ہے اس سفر میں شریک اے کے آر ایس پی کی کارکردگی کا محور اور عظیم شخصیت شعیب سلطان خان سمیت ادارہ کے ماہرین کے معجزانہ طور سے بچ جانے پر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور مبارکباد دیتے ہیں انہیں یہ بات تو معلوم ہے کہ عظیم اور مقدس نصب العین کے حصول میں قربانیاں تو دینی ہی پڑتی ہیں۔ بقول شاعر ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے۔

نیک خواہشات کے ساتھ

آپ کا

شاہ دوران علی

شیر قلعہ پنیال

احمد جامی سخنی
سوشل آرگنائزر پنیال

شیر شاہ نمبردار

شیر شاہ صاحب پنیال کے خوبصورت گاؤں اور تحصیل کے انتظامی مرکز سنگل کے پشتینی نمبردار گھرانے میں ۱۹۵۰ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم ڈائمنڈ جوبلی پرائمری سکول سنگل سے حاصل کی۔ اس زمانے میں شمالی علاقہ مجموعی طور پر تعلیمی پسماندگی کا شکار تھا سکولوں کی نایابی اور تعلیمی سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے شیر شاہ مزید تعلیم حاصل کرنے کی تمنا کے باوجود اس سے محروم رہے، کچھ عرصہ بعد سنگل میں جب سرکاری مڈل سکول قائم ہوا تو وہ ایک نئے جذبہ کے ساتھ پرائیویٹ طور پر حصول تعلیم میں مگن ہو گئے اور مڈل کا امتحان پاس کر ہی لیا۔

کچھ انسان ابتداء ہی سے لوگوں کے دکھ درد کو بانٹنے اور عوامی فلاح و بہبود کے کاموں کی طرف فطرتاً راغب ہوتے ہیں، شیر شاہ بھی بچپن ہی سے بے لوث سماجی، خدمات کے لئے مشہور تھے، اس لئے شمالی علاقوں میں اسماعیلی برادری کے تحت رضاکاروں کے نظام کی جب بنیاد رکھی گئی تو وہ اپنے گاؤں کے رضاکاروں میں مستعد اور فعال کردار مسلسل دس سال تک ادا کرتے رہے بعد میں آپ لوکل کونسل کے ممبر منتخب ہوئے [illegible] سال تک اپنا فرض نبھاتے رہے ہز ہائی نس کے علاقائی کونسلر کی حیثیت سے پنیال میں چار سال تک کام کیا، اپنے فعال کردار کی وجہ سے دوسری بار بھی آپ ہی کو علاقائی کونسل کا رکن منتخب کیا گیا ہے جس پر ابھی تک وہ فائز ہیں۔

آپ شیعہ امامی اسماعیلیہ علاقائی تعلیمی بورڈ پنیال اشکومن کے اعزازی رکن کی حیثیت سے مسلسل آٹھ برس تک کام کرتے رہے ہیں آپ کی بے شمار سماجی خدمات اور ان کے دوررس نتائج کے صلہ میں ہز ہائی نس کی طرف سے کئی سرٹیفکیٹ اور تمغے آپ کو دیئے گئے ہیں

ان مختلف حیثیتوں میں تقرری کے دوران شیر شاہ نے کئی دیہی کمیٹیوں کے کنوینیر ہونے کے ناطے کئی جھگڑوں اور مسئلوں کو پرامن طور پر حل کیا ان کی عادلانہ صلاحیتوں کے اعتراف میں فریقین نے ان کے ہر فیصلے کو من وعن بھی تسلیم کیا، آپ کے جذبہ خدمت خلق کی یہ حد ہے کہ جب آغاخان ادارہ صحت کے لئے پنیال میں کوئی مکان کرایہ پر نہ مل سکا تو آپ نے عوامی فلاح کے پیش نظر اپنا سکونتی مکان ان کے حوالے کیا اور پانچ سال تک کھلی فضا میں خیمہ زن رہے، ان کے پرخلوص تعاون کے پیش نظر ادارہ صحت نے انہیں مختلف شہروں سے آئے ہوئے ہیلتھ وزیٹر اور نرسوں کا گائیڈ مقرر کیا تاکہ دیہی آبادی میں انہیں کوئی دقت نہ ہو یسکول ہیلتھ سروسز کے اہلکاروں کے ہمراہ آپ اپنے بھائی محمد انور سمیت اعزازی کارکن کی حیثیت سے کئی برس سے خدمات سرانجام دے رہے ہیں، اس کے علاوہ ہز ہائی نس کے دورہ شمالی علاقہ جات کے موقعوں پر آپ انتظامی کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے شامل ہوتے رہے ہیں درحقیقت شیر شاہ نمبردار کا پورا وقت اور ساری توانائی اپنی برادری اور عوامی بہبود کے کاموں میں صرف ہوتی رہی ہے بظاہر دبلے پتلے اور درمیانی درجہ کی صحت کا حامل شیر شاہ اپنے سینہ میں ایک بے پناہ قومی دل اور حوصلہ رکھتا ہے، انہیں فکر معاش قطعاً سماجی خدمت سے دور نہ رکھ سکی ہے۔

۱۹۷۰ء سے آپ نے علاقہ کی سیاسیات میں بھی حصہ لینا شروع کیا تھا، ۱۹۷۲ء میں آپ باقاعدہ ووٹ لے کر نمبردار منتخب ہوئے۔ بلدیاتی انتخابات میں امیدوار کی حیثیت سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ایک بھاری اکثریت نے آپ کو ضلع کونسل کا رکن چن لیا۔

۱۹۸۳ء میں اے کے آر ایس پی کے قیام کے فوراً بعد آپ نے سنگل دیہی تنظیم قائم کی اور اس وقت سے اب تک آپ صدارت کے عہدہ پر فائز ہیں ۔

ان کی تنظیم نے کوہل کی کشادگی کے لئے اے کے آر ایس پی سے مالی عطیہ حاصل کیا اور قلیل مدت میں مطلوبہ کام کو مکمل کر لیا انہوں نے اس ادارہ کے بنیادی اصولوں سے خود آگاہ ہو کر اپنی تنظیم کی ہر ممکن طریقہ سے رہنمائی کی ہے انہوں نے اپنے گاؤں میں فصلوں اور حیوانوں کے نقصانات کی روک تھام کے لئے دو ممبروں کو ماہر فصلات اور ماہر مال کی تربیت دلوائی ہے خواتین تنظیم کے دو ممبروں کو امور مرغبانی کی تربیت ادارہ نے دی ہے ۔ شیر شاہ نہ صرف مردوں کی تنظیم کی بلکہ خواتین تنظیموں کی رہبری بھی کرتے اور ان کی بچت جمع کرتے ہیں ۔

کوہل کی کشادگی کے منصوبے کے لئے ادارہ نے نہ صرف ۵۸ ہزار روپے کی امداد دی تھی جو منصوبہ کی مناسبت سے کم تھی لیکن شیر شاہ کی قیادت میں ممبروں نے مفت کام کر کے منصوبہ کو مکمل کر لیا ۔ ان کی تنظیم نے زمینوں کی آبادکاری کے لئے ادارہ سے قرضہ حاصل کرنا چاہا تو شیر شاہ نے ممبروں سے کہا کہ وہ جب تک اپنی بچت میں خاطر خواہ اضافہ نہیں کرتے تب تک مطلوبہ قرضہ حاصل نہیں کر سکیں گے ان کے ممبروں نے اس ترغیب پر اپنی بچت ۹۰ ہزار تک بڑھا لی اور اس رقم کی ضمانت پر ادارہ سے تین لاکھ روپے کے قرضہ حاصل کر لیا انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تنظیم کے ممبروں سے یہ تاکید کی کہ وہ اپنی فی کس بچت -/۶۰۰ روپے سے بڑھا کر ایک ہزار کر دیں ۔ تمام ممبروں نے ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ایک ہی ماہ میں تنظیم کی مجموعی بچت نوے ہزار روپے سے بڑھا کر ڈیڑھ لاکھ کر دی شیر شاہ بخوبی سمجھتے ہیں کہ سرمایہ ایک طاقت ہے اس لئے وہ اپنے ممبروں سے بلاناغہ کچھ نہ کچھ جمع کراتے رہنے کی تلقین کرتے رہتے ہیں ، وہ جانتے ہیں کہ اس طریقے پر عمل کر کے ان کے ممبروں میں فضول خرچی سے پرہیز اور بچت کرنے کی عادت پختہ ہو جائے گی اور فی الواقعہ ایسا ہی ہوا ہے آج سنگل تنظیم کی اجتماعی بچت ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے تک پہنچ چکی ہے ۔

سنگل تنظیم کی میٹنگوں میں تسلسل اور باقاعدگی پیدا کرنے کے لئے شیر شاہ ہر جمعہ کو صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک خود میٹنگوں میں حاضر رہتے ہیں ۔ تنظیم کے تمام ممبر نہ صرف بچت کے اصول کو اپناتے ہیں بلکہ گاؤں کے مسئلوں اور اہم امور پر تبادلہ خیالات کرتے اور اکثریتی فیصلوں کے مطابق تنازعوں اور مسئلوں کو حل کر لیتے ۔

سنگل تحصیل پنیال کا انتظامی مرکز ہونے کی حیثیت سے بھی اہمیت رکھتا ہے تحصیل کے کئی فیصلے نمبردار شیر شاہ کی وساطت سے طے ہوتے ہیں اس سے نہ صرف لوگوں کو بروقت انصاف مہیا ہو جاتا ہے بلکہ علاقہ کی روایات کی روشنی میں فیصلے کئے جاتے ہیں اسی وجہ سے نمبردار شیر شاہ کے ساتھ حکومتی شعبے گہرا تعاون کرتے رہتے ہیں ۔

مختصراً یوں کہا جا سکتا ہے کہ شیر شاہ صاحب نے انسانی بہبود اور عوامی خدمت کو اپنا نصب العین بنا رکھا ہے ۔ اب تک ان کے اس عزم میں قطعاً کوئی لغزش نہیں آئی ۔ انہیں اس بات پر کامل یقین ہے کہ وہ اپنی بقیہ زندگی بھی سماجی بہبود کے کاموں میں صرف کریں گے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ ان لوگوں کا دوست ہوتا ہے جو خلق خدا سے محبت ، شفقت اور ایثار برت لیتے ہیں ۔

دیہی تنظیموں کے مندوبین کی اٹھائیسویں کانفرنس کی جھلکیاں

اس کانفرنس میں ضلع گلگت کی ۱۰۶ تنظیموں سے آئے ہوئے ۱۶۵ مندوبین کے علاوہ اے کے آر ایس پی کے لگ بھگ ۶۰ کارکنوں نے شرکت کی۔

• جنرل منیجر نے کہا "اس پروگرام کے بنیادی اصولوں پر گزشتہ عرصہ کے دوران تنظیموں نے کتنی مجموعی پیش رفت کی ہے۔ اور کیا کیا اجتماعی مفادات حاصل کئے ہیں۔ اور اس مجموعی پیش رفت میں آپ کی تنظیم کا کتنا حصہ ہے۔ اس بات کا آج آپ ذکر کریں گے"۔

• آپ نے کہا "ہز ہائی نس نے جب مجھے دوسری بار اس پروگرام کے بارے میں تفصیلات بتانے کے لئے مدعو کیا تھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ باتیں تو میں انہیں دو مہینے پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اور یہ کہ اب پھر انہیں دوبارہ دہراتے ہوئے جھجک محسوس کرتا ہوں۔ تو ہز ہائی نس نے مجھے بتایا کہ ایک اچھا سبق بار بار دہرانے کے قابل ہوتا ہے اور اس سبق کو مکرر سننے کو دل چاہتا ہے"۔

• جنرل منیجر نے تختہ سیاہ پر منصوبہ بندی کے مکمل خاکے کی وضاحت کرتے ہوئے کہا "۱۹۸۶ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق افرادی قوت کو منظم کرنے کے سلسلے میں گلگت کے ۳۵۰ میں سے ۳۲۱ گاؤں میں تنظیمیں بن چکی ہیں۔ جن میں ۲۵۰۰۰ ممبر شامل ہیں۔ گویا ان تنظیموں میں آپ کی دیہی آبادی کی شرکت کا ۹۶ فیصد تناسب ہے"۔

• آپ نے بتایا "ہمارے تربیتی مرکز سے اب تک ۱،۰۱۵ ماہرین تربیت پا چکے ہیں۔ ۳۲۱ تنظیموں کے صدر اور منیجرز کو بھی اس میں شامل کریں تو [illegible] تربیت یافتگان ہوتے ہیں۔ اس طرح کل ۱۳۵، ماہرین کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا ہے۔ اتنے سارے ماہرین کو تربیت دینے والا کوئی بھی ادارہ بہت بڑا ادارہ سمجھے جانے کے قابل ہے"۔

• ان تمام سکیموں میں شامل کوہلوں کا حساب لگائیں تو جون ۱۹۸۶ء تک ۱۸۰ کلومیٹر لمبے پرانے کوہلوں کی توسیع ہوئی۔ اور ۱۹۷ کلومیٹر نئے کوہل تعمیر کیے گئے۔ آپ نے اتنے لمبے کوہل بنائے ہیں کیا اس بات سے آپ آگاہ ہیں یا نہیں؟" مندوبین نے اثبات میں جواب دیا۔

• آپ نے کہا "ان رابطہ سڑکوں کی لمبائی جو آپ نے تعمیر کئے، ۴۹۰ کلومیٹر ہے۔ اس کے علاوہ لاکھوں بلکہ کروڑوں گیلن پانی ذخیرہ کرنے والے تالاب اور زمینوں کو کٹاؤ سے بچانے کے لئے بارہ ہزار میٹر لمبے پشتے تعمیر کر لئے ہیں۔ یہ سب کام آپ کی منصوبہ بندی کا ہی ایک جزو ہے"۔

• آج تک تقریباً ایک کروڑ دس لاکھ روپے کے چھوٹی مدت کے قرضے جنہیں ہم پیداواری قرضے کہتے ہیں، آپ نے حاصل کئے۔ یہ رقم اکتالیس ہزار سے زائد ممبروں میں تقسیم کی گئی۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ آج یہ قرضے ۹۹ ٪ شرح سے وصول بھی کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے ساٹھ لاکھ روپے سے زائد مالیت کے لمبی مدت کے قرضے لئے ہیں۔ یہ قرضے ۴۸ تنظیموں نے لئے۔ جن میں بارہ تنظیموں نے ٹریکٹر، تھریشر اور ہل وغیرہ خریدے"۔

• آپ نے کہا "آپ نے یہ جان لیا ہے کہ ان کاموں کا دارومدار اجتماعی انتظام پر ہے۔ یہی سب سے اہم نکتہ ہے۔ کہ گاؤں کا انتظام اجتماعی

بنیادوں پر استوار ہو۔ اگر آپ اجتماعی طور سے ان چیزوں کو کرنے پر تیار نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ پایا ہوتا۔ اور کوئی منصوبہ تعمیر نہ کر سکے ہوتے"۔

○ آپ نے کہا، "میں ایک ایسے گاؤں میں گیا جہاں تنظیم ٹریکٹر خریدنا چاہتی تھی، وہاں پر دو ممبروں نے اس بات کی مخالفت کرتے ہوئے ٹریکٹر خریدنے کے نقصانات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا۔ اور کہا کہ وہ ٹریکٹر نہیں خریدیں گے۔ ان میں سے ایک ممبر نے کہا کہ ان کے گاؤں کے لئے تھریشر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کچھ عرصہ بعد پچھلی مرتبہ میں پھر اسی تنظیم میں گیا تو ایک ممبر نے مجھے بتایا کہ جن ممبروں نے ٹریکٹر اور تھریشر کی مخالفت کی تھی، انہوں نے زرعی بینک سے قرضہ لے کر ٹریکٹر اور تھریشر خرید لیا ہے"۔

○ آپ نے مزید کہا، "میں آپ کو آج صاف صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر گاؤں کے لوگ یعنی آپ اس بات کو نہیں سمجھتے اور اس انتظام کے قیام میں دلچسپی نہیں لیتے تو پھر ہم لاکھ کوشش بھی کیوں نہ کریں آپ کا گاؤں آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

○ فضل احمد نے کہا کہ جو کام پندرہ بیس برس میں پورا نہ ہو سکا تھا وہ صرف دو ماہ کی مدت میں مکمل ہو گیا۔ لوگوں کا دیرینہ مسئلہ حل ہوا۔ اور آبادی کو پانی وافر مقدار میں ملنے لگا۔ گویا تنظیم کے قیام ہی سے یہ مسئلہ حل ہوا۔

○ فضل احمد نے بتایا کہ تنظیم کے بننے سے نہ صرف آبادکاری کے کام میں پیش رفت ہوئی ہے۔ بلکہ کئی معاشرتی مسائل بھی حل ہوئے ہیں۔ تنظیم کی میٹنگوں میں معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرتی مسئلوں، مناقشوں اور لڑائی جھگڑوں کا تصفیہ کیا جاتا ہے جس سے لوگ عدالتوں اور تھانوں کی دردسری سے بچ گئے ہیں۔ کیونکہ تنظیم جھگڑوں میں ملوث فریقین کے درمیان مصالحت کرا دیتی ہے۔

○ انہوں نے بتایا کہ تنظیم بننے سے پہلے قرضوں کا حصول بے حد مشکل تھا۔ اور ان پر سود بہت زیادہ لیا جاتا تھا۔ پھر بھی لوگ بڑی مشکل سے قرضے حاصل کرتے اور مر مر کر ادا کرتے تھے۔ لیکن آج بغیر تکلیف اور سود کے اے کے آر ایس پی معمولی سروس چارج لگا کر انہیں مختلف مقاصد کے لئے قرضے کی سہولتیں مہیا کر رہا ہے۔

○ انہوں نے کہا کہ تنظیم کی بدولت انہیں نئے علوم اور جدید تقاضوں کا علم ہوا ہے۔ ذاتی مفاد کی سطح سے بلند ہو کر لوگ آج اجتماعی فائدے کا شعور رکھتے ہیں۔ جنرل مینیجر صاحب کے بقول چند مفاد پرست لوگ بھی گاؤں میں ہوتے ہیں۔ جو اپنے فائدے کے لئے تنظیم کے پروگرام میں رخنہ ڈالتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم کے ممبر متحد ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ان مفاد پرست لوگوں کی غلط سوچ کو ناکام نہ بنا سکیں۔

○ انہوں نے کہا کہ ان کی تنظیم میں اسلام کے تینوں بڑے فرقے سنی شیعہ اور اسماعیلیہ اور مختلف قومیتوں اور ذاتوں سے تعلق رکھنے والے افراد شامل ہیں۔ جن میں شین، یشکن، کمن، ہنزہ، کرچ، نگر کرچ، سونے والی، پینالی اور دینور کے مقامی لوگ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ علامہ اقبالؒ کو مسلمانوں کی نااتفاقی کا بڑا قلق تھا۔ اور وہ امت مسلمہ کے انتشار پر کڑھتے تھے۔ لیکن آج وہ زندہ ہوتے تو دینور امپھری کی تنظیم میں مسلمانوں کے مثالی اتحاد و یکجہتی کو دیکھ کر بے حد خوش ہو جاتے۔

○ غلام سرور نے بتایا کہ دینور کی دوسری پانچ تنظیمیں بھی ان کے ساتھ برابر تعاون کرتی ہیں۔ انہوں نے دینور میں تنظیموں کے اشتراک سے ایک دکان کھول رکھی ہے جس میں کام اس قدر زیادہ ہو گیا ہے کہ پانچ ممبروں کی موجودگی کے باوجود مال تولتے تولتے شام تک وہ تھک کر چور ہو جاتے ہیں۔

○ انہوں نے بتایا کہ اس سلسلے میں درج ذیل اقدام کے بارے میں تنظیم اپنی میٹنگوں میں غور و خوض کر کے مناسب فیصلے کرتی ہے۔

(i) مویشیوں کی آزاد چرائی پر بندش۔
(ii) گرمائی چراگاہوں کا خصوصی انتظام۔
(iii) تنظیم سے رجوع کئے بغیر عدالتوں تک جانے والے ممبروں پر جرمانے۔
(iv) معاشرتی برائیوں کی روک تھام کے لئے معقول انتظام کرنا، اور سزائیں مقرر کرنا۔

(۷) تینوں اسلامی فرقوں کے مابین ہم آہنگی پیدا کر کے باہمی تعاون اور اخوت کو فروغ دینا۔

● اپنی تقریر کے اختتام پر غلام سرور نے کہا کہ گلگت مارکیٹ میں آٹے کی ایک بوری -/۱۹۸ روپے بکتی ہے۔ جبکہ دینور میں واقع ان کی دکان میں وہی بوری -/۱۹۵ روپے پر فروخت ہوتی ہے۔

● فضل احمد نے کہا" پہلے دینور سے لوگ سبزیاں اور پھل بڑی مشکل سے گلگت پہنچاتے تھے۔ جو لوگ صبح سویرے مارکیٹ پہنچتے تھے ان کا مال تو مناسب قیمتوں پر بکتا تھا۔ لیکن دن چڑھے سبزیاں لے کر آنے والوں کو مارکیٹ میں چکر کاٹنے پڑتے تھے۔ قیمت کا تعین دکاندار کی مرضی سے ہوتا تھا لہٰذا وہ لوگ اپنے مال کی صحیح قیمت نہیں پا سکتے تھے۔ بسا اوقات تو ایسا بھی ہوا ہے کہ لوگوں نے اونے پونے داموں اپنے مال کو فروخت کرنے کی بجائے دل برداشتہ ہو کر اپنے مال کو "ہینہ ساری" یعنی دریائے گلگت میں پھینک دیا۔

● انہوں نے کہا کہ سبزیوں کے ٹھیکیدار انہیں اپنی ضرورت سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور وہ ان کی ضرورت کے مطابق انہیں فراہم کرتے ہیں اس طرح سے ان کی دکان کا کام روز بروز بڑھ رہا ہے۔ اس لئے وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ ایک دکان محمد آباد میں اور ایک دکان دینور مرکز میں کھولی جائے تاکہ ممبروں کو دینور چوک تک سبزیاں اٹھا کر لانے کی زحمت نہ ہو۔

راقم نے دینور کی تنظیموں کے اشتراک عمل کے نام اپنے یہ اشعار پیش کئے۔

جھگڑے مردے اکھاڑیں جن کی نیت خام ہے
تم مسلماں ہو تمہیں بس کام ہی سے کام ہے
ایک ہو جاؤ رکھو باہم روابط استوار
احترام آدمیت ہی صحیح اسلام ہے

● غلام مرتضےٰ صدر جلال آباد نمبر ۲ نے دینور کی تنظیموں کے طریق کار پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان تنظیموں کی بہتر کارکردگی کی تعریف جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں موجود تمام مندوبین ان کے تعمیری اور دور رس طریق کار سے متاثر ہوئے ہیں۔ انہیں خود بھی گاؤں کی سطح پر دینور والوں کی طرح ایک مشترکہ دکان چلانے کا بے حد شوق ہے۔

● جنرل مینجر نے کہا" غلام مرتضےٰ صاحب یہی شوق آپ کی کامیابی کا ضامن ہے۔ گاؤں کے لوگوں میں جب اس چیز کا شوق پیدا ہو گا۔ تو پھر وہ پھر ترقی کر پائیں گے۔ میرے خیال میں آپ نے اس کام کو اللہ کا نام لے کر شروع کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ کامیاب نہ ہوں"۔

● کریم بیگ نے کہا کہ پہلے گاؤں کے لوگ منتشر تھے لیکن تنظیم کے قیام سے گاؤں کے حالات بدل گئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے لوگ خوشی یا غمی کے موقعوں کے علاوہ کسی صورت میں بھی ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تھے۔ لیکن اب تنظیم کے وجود میں آنے کے بعد ہفتہ وار میٹنگوں میں جمع ہو کر اجتماعی مفادات پر گفت و شنید اور غور و فکر کرتے ہیں۔

● اختر عباس نے غمیسرٹ کے بارے میں بتایا کہ ان کی آبادی ۶۵ سال پرانی ہے۔ میروں کے دور میں اور حکومتی اداروں کے ذریعہ اس گاؤں کی ترقی کے لئے کوئی نمایاں کام نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن اے کے آر ایس پی نے مختصر سی مدت میں ان کے مسئلہ کو حل کر لیا! انہوں نے بتایا کہ ان کی خواتین دریا سے پانی لایا کرتی تھیں۔ لیکن آج گاؤں ہی میں کافی پانی میسر ہے۔ آج موجودہ آبادی کو سیراب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے نئے کوہل کے پانی سے دو ہزار کنال رقبہ کا غیر آباد داس بھی آباد ہو رہا ہے۔

● انہوں نے بتایا کہ ان کی تنظیم سے دو ماہرین کو فصلات اور حیوانات کے شعبے میں تربیت دی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پچھلی مرتبہ ان کے ماہر فصلات نے فصلوں پر سپرے کیا تھا۔ لیکن کیڑے مکوڑے نہیں مرے۔ اور کچھ چھوٹے چھوٹے پودے سوکھ گئے۔

● انہوں نے کہا کہ حکومت بھی دیہی ترقی کے لئے خواہاں ہے لیکن اس کا طریق کار مختلف اور رقم محدود ہوتی ہے جبکہ اے کے آر ایس پی کا عطیہ کافی اور ان کے کام کرنے کا طریقہ حکومتی طریقے سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ حکومتی اداروں کی طرح ان کے پاس فائلیں بہت نہیں ہوتیں۔

اے کے آر ایس پی کے اہل کار تنظیموں کا دورہ کر کے انہیں مفید اور قابل عمل مشورے دے دیتے ہیں۔ اس وجہ سے لوگ اس ادارے کو ایک نعمت سمجھتے ہیں۔

اختر عباس نے ایک بار پھر جنرل منیجر سے درخواست کی کہ گاؤں کی ترقی کے لئے خواتین کے پروگرام کو بھی فعال بنایا جائے انہوں نے کہا کہ دینور کی تنظیموں کی ترقی کو دیکھ کر ان کے دل میں رشک کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اور وہ بھی تنظیم کو انہی کے خطوط پر استوار کرنے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔

جنرل منیجر نے کہا، اختر عباس صاحب سارے الزام ہمارے سر پہ دھرتے ہیں۔ حالانکہ معاشرے کی سائیکل کا دوسرا پہیہ انہیں خود درست کرنا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مرد حضرات اپنے کاموں کے بارے میں نہ سوچیں۔ بلکہ خواتین کی ترقی کا بھی سوچیں یہ ادارہ اس خطے کی خواتین کے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتا ہے لیکن آپ لوگ ان خواتین سے صبح سے شام تک کام لیتے ہیں۔ تو وہ بچاریاں اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتیں۔ ہم ان کے بوجھ کو کس طرح سے ہلکا کریں۔"

جنرل منیجر نے کہا کہ اے کے آر ایس پی میں آپ کو جو آسانیاں نظر آتی ہیں تو وہ اس لئے کہ اس کے کام کرنے کا ڈھنگ الگ ہے یوں تو اس ادارے میں بھی حکومتی اداروں سے لوگ آئے ہوئے ہیں لیکن وہ یہاں آکر کام کر لیتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے کہ حکومت کے ملازم کام نہیں کرتے۔ ان کا طریق کار بدلا جائے تو وہ بھی اسی طرح کام کر سکتے ہیں۔"

محمد ابراہیم نے کہا کہ تنظیم نے ادارہ سے قرضہ حاصل کر کے ٹریکٹر، ہل اور تھریشر خریدا ہے۔ مئی ۱۹۸۶ء سے تا ایں دم ٹریکٹر نے انیس ہزار روپے کی خالص آمدنی دی ہے۔ اس رقم میں ڈرائیور کی تنخواہ اور ڈیزل وغیرہ کے اخراجات شامل نہیں ہیں۔

محمد ابراہیم نے کہا کہ تخت طاؤس اور پورے یاسین کو بجلی عنقریب ملنے والی ہے۔ اس لئے تنظیم چاہتی ہے کہ اپنی بچت کی ضمانت پر ادارہ سے قرضہ حاصل کر کے طاؤس میں بجلی کے سامان کی ایک دکان کھولے۔ تاکہ ۱۶۰ گھرانوں میں لگنے والا بجلی کا سامان تنظیم کی دکان سے خریدا جائے۔

جنرل منیجر نے طاؤس پائین کے منیجر محمد ابراہیم کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ بجلی کی ایک دکان کھولنا چاہتے ہیں۔ میں تنظیم کا نام لئے بغیر کہوں گا۔ کہ اس نے ایسا ہی ایک منصوبہ بنایا اور دو لاکھ روپے اپنی بچت کی ضمانت پر قرضہ لیا۔ بعد میں جب میں ان کے گاؤں گیا تو پتہ چلا کہ دکان کا مال ممبروں نے قرضے پر لیا۔ اور بعد میں قرضہ نہیں لوٹایا۔ اب وہ وعدہ تو کر چکے ہیں کہ اکتوبر تک دو لاکھ روپیہ واپس کر دیں گے۔ میں ابراہیم سے کہوں گا کہ وہ دوسروں کے تجربوں کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کریں۔"

آپ نے کہا، آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ دنیا کے بڑے بڑے تجارتی ادارے جیسے امریکہ کا جنرل موٹرز ہے۔ ان کا بجٹ پاکستان کے مجموعی بجٹ سے زیادہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ امریکہ میں ہاورڈ بزنس سکول کے نام سے ایک ادارہ ہے جہاں پہ لوگوں کو تجارت کرنے کے گر اور اصول سمجھا دیئے جاتے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس سکول میں تربیت کا طریقہ کیا ہے؟۔ وہاں پہ کوئی کتاب نہیں پڑھائی جاتی یا کوئی لکھی ہوئی دستاویز طلبہ کو نہیں دی جاتی کہ وہ اس طرح سے کاروبار کریں۔ بلکہ وہ طلبہ کو مختلف کمپنیوں کے تجربات سے آگاہ کرتے ہیں۔ اور انہیں تجربات کی روشنی میں آگے بڑھنے کا سلیقہ سکھا دیتے ہیں۔"

محمد حاضر شاہ نے بتایا کہ ادارہ سے مارکیٹنگ کے قرضوں کی دستیابی سے ممبروں کو فائدہ ملنے لگا ہے۔ کیونکہ وہ پہلے دکانداروں کا قرض چکانے کے لئے سستے داموں اپنی پیداوار فروخت کرتے تھے لیکن آج انہیں ان کے مال کی نقد اور اچھی قیمت مل جاتی ہے۔ اس لئے لوگ بے حد خوش ہیں۔

ہنس کے محمد رضا نے کہا کہ حکومت نے یقین دہانی کرائی ہے کہ غذر کی سڑک کو کشادہ کیا جائے گا۔ اگر یہ کام ہو جائے تو انشاءاللہ وہ اپنی زرعی پیداوار کی مارکیٹنگ کریں گے۔ اور ایک بہترین تجارتی کمپنی کی بنا ڈالیں گے۔

- آبادکاری کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ اس مقصد کے لئے انہوں نے ادارہ سے قرضہ حاصل کر کے منصوبے کا ٦٠ % حصہ مکمل کر لیا ہے

- جنرل مینیجر نے کہا" محمد رضا کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ سڑک جب تک بنتی نہیں ہے وہ موثر طور سے مارکیٹنگ نہیں کر سکتے۔ سڑک نہ ہو تو گاؤں سے باہر مال لے جانا بڑا مشکل ہوتا ہے"۔

- جنرل مینیجر نے کہا" محمد رضا نے ہائفر پروجیکٹ کے بارے میں کہا ہے اگر وہ اس پروجیکٹ کی شرائط کو قبول کرتے ہیں۔ تو انشاءاللہ انہیں بھی اس پروگرام میں شریک کیا جائے گا۔ لیکن ان نسل کی گائیں اگلے سال ہی لائی جائیں گی۔ تب تک مویشی خانہ اور چارہ کے لئے جگہ بنانے کا کام مکمل کیا جائے گا"۔

- آپ نے کہا" مجھے اس بات سے انتہائی خوشی ہوئی ہے کہ اور اداروں نے بھی تنظیم کے تعاون سے اپنے پروگرام چلانے کی خواہش کی ہے۔ ہمارے مہمان اس سلسلے میں یہاں آئے ہیں، وہ آپ کو بتائیں گے کہ وہ کس قسم کا تعاون آپ سے چاہتے ہیں"۔

- ایم۔ ایچ گوہر نے کہا" ١٩٨١ء میں کئے گئے پچاس گاؤں کے سروے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ایک ہزار میں سے ٢٢٠ بچے سالانہ مرتے ہیں۔ اسی طرح زچہ کی شرح اموات دس فیصد ریکارڈ کی گئی ہے۔ اس مسئلہ پر قابو پانے کے لئے محدود حکومتی وسائل کے ساتھ ساتھ جب تک آپ کا تعاون حاصل نہ ہو کامیابی نہیں ہو سکتی ہے"۔

- گوہر نے کہا کہ جن دیہاتوں میں ان کا پروگرام چل رہا ہے ان میں سے ١٧ گاؤں میں اے کے آر ایس پی کی تنظیمیں بن چکی ہیں جبکہ باقی تین دیہاتوں میں تنظیمیں قائم کرنے کے سلسلے میں کارروائی ہو رہی ہے۔ ان گاؤں میں پانی کی ترسیل اور ماحولیاتی صفائی کے منصوبے زیر تعمیر ہیں"۔

- انہوں نے کہا کہ تنظیم کا دائرہ کار اور اس کی وسعت تمام گاؤں پر محیط ہے۔ حکومتی سطح پر کام کرنے والے ادارے آپس میں تعاون کریں گے اور تنظیموں کے عہدے دار گاؤں والوں اور ترقیاتی اداروں کیساتھ تعاون کریں گے۔

- ایم۔ ایچ گوہر نے کہا" تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جب تک آپ کی طرح فعال تنظیمیں قائم نہ ہوں جو مارکیٹنگ اور تنظیم میں دلچسپی لیتی ہوں تو کوئی بھی ترقیاتی ادارہ گاؤں کی ترقی میں کامیاب نہیں ہو سکتا"۔

- آزاد علی نے کہا کہ تنظیم کا مقصد صرف کوہل، رابطہ سڑک یا تالاب کا منصوبہ لینا ہی نہیں ہے بلکہ ان منصوبوں کی تکمیل کے بعد ان کی مناسب رکھوالی کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھانا بھی ہے۔

- آزاد علی نے بتایا کہ ان کی تنظیم نے نرسری کے قیام کے ساتھ آغا خان ایجوکیشن بورڈ کی اعانت سے ایک پرائمری سکول کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور سی بی ایس کی وساطت سے پینے کے صاف پانی کے انتظام کا کام ہاتھ میں لیا ہے"۔

- نرسری کے بارے میں آزاد علی نے بتایا کہ خواتین تنظیم کے تحت قائم ہونے والی نرسری کا کچھ حصہ مکمل ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ترقی کی دوڑ میں خواتین کی شرکت کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے قائداعظم کے قول کو دہراتے ہوئے کہا کہ کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ خواتین اپنے مردوں کے دوش بدوش کھڑی نہ ہوں۔

- جنرل مینیجر نے کہا" آپ سب نے بہت اچھی باتیں کیں۔ ڈاکٹر اختر حمید خان کے قول کے مطابق ایسی باتیں کرنے والے لوگ پاکستان بھر میں نہیں ہیں۔ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ آپ جیسے لوگ گاؤں میں ہوں تو پھر گاؤں کی ترقی ہو سکتی ہے۔ انہوں نے آپ کی کتنی بڑی تعریف کی ہے۔ اور واقعی آپ اس تعریف کے لائق ہیں"۔

- ابوالحسن نے کہا کہ ہر علاقہ کی تنظیمیں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق آگے جا رہی ہیں۔ اللہ نے انسان کو دیگر مخلوقات پر فوقیت دے کر اسے روح عقلی سے سرفراز کیا ہے۔ جو تنظیمیں عقل و دانش سے کام لیتی ہیں وہ کامیاب رہتی ہیں۔ جو تنظیمیں ہر وقت بیرونی امداد کی طلبگار رہتی ہیں وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی اہلیت نہیں رکھتیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ تنظیمیں بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں جن کے صدور اور مینیجر صابر اور متحمل مزاج

نہیں ہوتے۔ بات بات پر غصہ سے لال پیلا ہونے والے عہدے دار تنظیم کے لئے نقصان کا باعث ہوتے ہیں۔

و ہکوچہ کے قدیر شاہ نے بتایا کہ ان کے ممبر باقاعدہ بچت کے اصول پر عمل کرتے ہیں۔ تنظیم کے سابقہ صدر نے پائپ وغیرہ خریدی تھی۔ بعد میں اس سے حساب لیا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے پائپ راولپنڈی سے ۵/۴۸ روپے کے حساب سے خریدی تھی جو تنظیم کو ۷۰/- روپے کے حساب سے دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ گاؤں کے چیئرمین حوالدار محمد علی اور ایک اور صاحب کو لے کر وہ پنڈی گئے، دکاندار سے کمیشن معہ حاصل کیا۔ اور حساب کتاب کر کے ۲۲ ہزار روپے کا خرد برد نکالا۔

شیر شاہ صدر سنگل دیہی تنظیم نے اظہار خیال کرتے ہوئے مندوبین کو بتایا کہ ہر بار پنیال کے مندوبین کو سب سے آخر میں اظہار رائے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ آئندہ کانفرنس میں پنیال کے مندوبین کو سب سے پہلے بولنے کا موقع دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جی ایم صاحب چلے گئے ہیں۔ اس لئے ان کا کچھ کہنا بے مزہ سا لگتا ہے۔

و شیر شاہ نے کہا کہ آج ان کی بچت سرمایہ ایک لاکھ اٹھ ہزار روپے تک پہنچ چکا ہے جس میں سے ۵۲,۰۰۰/- روپے فکس ڈیپازٹ میں ہیں اور ممبر باقاعدہ بچت جمع کرا رہے ہیں۔

و انہوں نے کہا کہ غذر سڑک کی تعمیر کا کام کافی عرصہ سے زیر غور ہے۔ یہ معاملہ کافی وقت سے چل رہا ہے۔ لیکن عملاً کچھ بھی نہیں ہوا۔ جب یہ سڑک تعمیر ہوگی تو وہ بھی دینیور کی تنظیموں کی طرح سبزی اور پھلوں کی مثالی مارکیٹنگ کر سکیں گے۔

و ڈکپکے کے سرفراز نے کہا کہ اجتماعی طور سے کام کیا جائے۔ تو بڑے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی مدد آپ کے اصول پر ایک کلومیٹر لمبی سڑک تعمیر کر لی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس کے علاوہ ان کی تنظیم چار کلو میٹر طویل کوہل کی تعمیر میں ان دنوں مصروف ہے جس میں سے ایک کلومیٹر کوہل تعمیر کیا گیا ہے۔ کوہل کی تعمیر سے ۵۰۰ کنال اراضی تنظیم کے ممبروں کو حاصل ہوگی۔

و اکرام اللہ جان نے کہا "دو چھپروٹ بالا کے منیجر ابوالحسن نے ٹریکٹر کے قرضے کی ادائیگی کے لئے کہا ہے۔ ان قرضوں کا سلسلہ جاری ہے وہ قرضے حاصل کرنے کا فارم پر کر کے متعلقہ سوشل آرگنائزر کی وساطت سے مرکزی دفتر پہنچا دیں تو ان کے ساتھ بھی قرضے کے بارے میں ڈائیلاگ کیا جائے گا۔"

و اکرام اللہ جان نے بتایا کہ ایک وقت ایسا بھی تھا جب لوگ قرض لینا عار سمجھتے تھے۔ اور وہ قرضے عموماً غیر پیداواری لوازمات کے لئے لئے جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ زمانہ بدل گیا۔ اور زراعت کی ترقی سے روائتی زراعت، تجارتی زراعت میں بدل گئی۔ مشینری کے ذریعے پیداوار میں اضافہ اور کام میں سہولتیں میسر ہوئیں۔ جدید زرعی اصولوں کے تحت جراثیم کش اور کیڑے مار ادویہ اور کیمیائی کھادوں کا استعمال شروع ہوا۔ تو پیداوار میں اضافہ کے ساتھ زراعت نے تجارت کا درجہ پایا۔ اس لئے قرضوں کی پرانی حیثیت بدل گئی۔ اور لوگ زرعی پیداوار میں اضافہ کے لئے مختلف قسم کے قرضوں سے فائدہ اٹھانے لگے۔

و اکرام اللہ جان نے مندوبین سے کہا کہ وہ جو بھی کام کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے تنظیم کے ذریعے ایک اجتماعی انتظام کی بنیاد رکھیں اور باقاعدہ منصوبہ بندی سے اپنے پروگرام کو آگے بڑھائیں۔ انہوں نے کہا کہ اب تنظیمیں مجنوں جیسا جذبہ پیدا کر کے اپنی زمین، اپنی فصل اور پیداوار کو لیلیٰ کا درجہ دیں۔ کیونکہ جب تک وہ ان چیزوں کی قدر دانی نہیں کریں گی تب تک ان کی ترقی نہیں ہوگی۔

و ولایت خان نے بتایا کہ اب تک کل ۱۰۰ تنظیموں نے کل ۵ لاکھ کلوگرام مال فروخت کیا۔ جس کی خام قیمت پچیس لاکھ بائیس ہزار روپے بنتی ہے۔ یہ آمدنی ۰۵۴۳ گھرانوں کو اوسطاً فی گھرانہ ۱۸۵/- روپے کے حساب سے ملی۔ مارکیٹنگ کرنے والی ۱۳۶ تنظیموں نے چوبیس لاکھ ترتالیس ہزار روپے کا قرضہ لیا یعنی اوسطاً ہر تنظیم نے ۱۷۹۶۳/- روپے بطور قرض لئے قرضوں کی ادائیگی کی شرح ۹۹ فی صد رہی۔

تحریر: ایم۔ یوسف شہزاد

پرواک کا پائپ کوہل

آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کا ایک اہم منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا

پرواک ضلع چترال تحصیل مستوج کا سب سے بڑا گاؤں ہے۔ یہ گاؤں صدیوں سے اپنی بے آبی کی داستان سناتا رہا ہے اس گاؤں کا زیریں حصہ تو پانی کی ایک ایک بوند کو ترستا ہے۔ ابھی بونی مستوج روڈ کا رخ بدلنے کی وجہ سے بڑی سڑک اس گاؤں سے ہو کر گزرتی ہے اس گاؤں کے دامن میں دریائے مستوج بہتا ہے تاہم گاؤں دریا سے بلندی پر واقع ہونے کی وجہ سے پانی سے محروم تھا۔ دریا کے اس پار چترال کا مشہور رومانوی گاؤں سنوغر آباد ہے جس نے زیارت خان زیرک جیسے مایۂ ناز شاعر کو جنم دیا اس سے کوئی دو میل کے فاصلے پر چترال کی جانب پرکگرام کا خوبصورت گاؤں واقع ہے جبکہ ان دو گاؤں کے سامنے پرواک کی وسیع زمین پھیلی ہوئی ہے۔ پرواک کے بالائی حصے کو پرواک بالا اور زیریں حصے کو پرواک پائین کا نام دیا گیا ہے۔ ان میں آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کی دو دیہی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ پرواک، سنوغر اور پرکگرام گو کہ تین مختلف گاؤں کے نام ہیں۔ تاہم یہ ایک جان تین قالب کے مصداق ہیں کیونکہ پرواک میں سنوغر اور پرکگرام کے لوگوں کی زمینیں اور گھر بھی ہیں پرواک بالا میں کل ۸۵ گھرانے آباد ہیں جبکہ پرواک پائین میں ۱۴۰ گھرانے ہیں اسی طرح پرکگرام میں گھرانوں کی تعداد ۸۵ ہے پرواک کا زیریں حصہ پانی سے بڑی حد تک محروم رہا ہے اس کا بالائی حصہ کسی حد تک آباد ہے۔ تاہم اس حصے کی سیرابی کے بارے میں ایک دلچسپ قصہ مشہور ہے۔

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں ان گاؤں کے علاوہ قرب وجوار کی آبادی پر ایک آدمی حکومت کرتا تھا۔ اس حکمران کی صاحبزادی حسین و جمیل تھی۔ اسی دوران پرواک گاؤں میں دو ملنگ وارد ہوئے ان میں سے ایک ملنگ شہزادی پر فریفتہ ہو گیا۔ ویسے بھی عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے۔ ملنگ کے عشق کی بات حاکم وقت تک پہنچ گئی۔ حاکم ملنگ کی یہ جسارت دیکھ کر سیخ پا ہو گیا اور ارادہ کیا کہ اس گستاخی پر ملنگ کو سزا دینی چاہیئے۔ تاہم مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے حاکم نے وزراء کی میٹنگ طلب کی۔ طویل غور و خوض کے بعد وزراء نے مشورہ دیا کہ ان کا سر قلم کرنے کی بجائے ملنگوں سے یہ کہا جائے کہ اگر انہوں نے پرواک بالا سے کافی دور لفر گولی کے مقام پر ابلنے والے چشمے کے پانی کو نہر کے ذریعے پرواک بالا تک پہنچا دیا تو شہزادی کی شادی ملنگ سے کر دی جائے گی۔ ملنگوں نے یہ شرط منظور کر لی۔ اور چند دن کے لئے مہلت مانگی۔ حکمران وقت نے پانی کو پرواک تک پہنچانے کے لئے وقت جمعہ کا دن مقرر کیا اور ناکامی کی صورت میں ملنگوں کا سر تن سے جدا کرنے کا حکم دے دیا۔ ملنگوں نے چشمے کا پانی پرواک کے آخری حصے تک تو آسانی سے پہنچا دیا۔ تاہم اس کے آگے وہ کھدائی نہیں کر سکے اس مقصد کے لئے انہوں نے گاؤں والوں سے ایک بیل ایک دنبہ اور ایک مرغا فراہم کرنے کو کہا۔ جب بیل دنبہ اور مرغا فراہم کئے گئے تو ملنگوں نے پہلے دعا مانگی اور کچھ دم کرنے کے بعد مرغ کو آزاد چھوڑ دیا مرغا اپنی جسامت کے مطابق سوراخ بناتا ہوا ٹیلے کے اس پار نکل گیا پھر دنبے کو اور آخر میں بیل کو چھوڑ دیا گیا اور ان تینوں نے اپنی اپنی جسامت کے مطابق سوراخ کو چوڑا کیا اور ٹیلے کے پار نکل گئے گویا ایک چوڑی سی نہر تیار ہو گئی۔ آج بھی اس نہر کے شروع میں مختلف سائز کے تین سوراخ موجود ہیں جو اس قصے کے سچ ہونے کی شہادت دیتے ہیں جب جمعہ کی صبح پانی پرواک بالا پہنچا تو حاکم وقت کو خبر ہوئی وہ یہ

خبر سن کر جھنجھلا گیا اور کہا کہ میری بیٹی اور ملنگ کی شادی ؟ اس کو اس خواہش کا اظہار کرنے کی جرأت کیسے ہوئی ؟ انہوں نے وزراء کو حکم دیا کہ جاؤ ان کا سر قلم کر دو۔ تاہم اس بارے میں تضاد پایا گیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ دونوں کو قتل کر دیا گیا جبکہ دوسری روایت کے مطابق دونوں بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ تو تھی پرواک بالا کی کہانی پرواک پائیں کی کہانی ایک سال پہلے تک تو موجود تھی لیکن اب یہ کہانی نہیں بلکہ حقیقت بن چکی ہے اور حقیقت بھی یہ ہے جس نے اس منصوبہ کو نہیں دیکھا تو اسے یقین نہیں آتا کہ ایسا منصوبہ بھی بن سکتا ہے ؟ ۔ جس نے دیکھا ہے وہ اس سکیم کو بنانے والوں اور ماہرین کو شاباش دیتے ہیں۔ جیسا کہ شروع میں کہا گیا ہے کہ پرواک گاؤں دریائے مستوج سے بلندی پر واقع ہے اس وجہ سے دریائے مستوج کے پانی کو اوپر لانا ممکن نہیں تھا۔ آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کے قیام کے بعد چترال کے دوسرے گاؤں کی طرح پرواک بالا، پرواک پائیں اور پرکاگرام میں بھی دیہی تنظیمیں تشکیل دی گئیں اور ان تین تنظیموں نے اتفاق رائے سے پرواک کے سامنے واقع پراگرام گاؤں کی آخری سطح سے گلیشیر کا پانی پرواک تک پہنچانے کا تہیہ کیا۔

یہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۵ء کی بات ہے جب پرواک بالا پرواک پائیں اور پراگرام کی دیہی تنظیمات کے لوگوں نے پو پھٹتے ہی خدائے بزرگ و برتر کا نام لیا اور ایک ہاتھ میں کدال، دوسرے ہاتھ میں بیلچہ اور بغل میں چپاتی دبائے پراگرام گول کی طرف کوچ کیا۔ ۲۴ مارچ ۸۵ء کی صبح ان تین گاؤں کے لوگوں کے لئے یہ بشارت لے کر آئی تھی کہ پرواک کی زمین مستقبل میں سونا اگلنے لگے گی۔ روزانہ ڈھائی سو سے زیادہ پرعزم لوگوں نے خون پسینہ ایک کر کے کام کیا۔ آگے آگے لوگوں کا قافلہ رواں تھا اور پیچھے پیچھے پراگرام گول کے گلیشئر کا پانی خشک زمین میں جذب ہوتا ہوا پرواک کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پراگرام گول کے دامن سے لیکر پراگرام گاؤں کے اوپر آخری حد تک ۸۵۰۰ فٹ لمبی نہر تعمیر کی گئی ہے وہاں سے پانی آٹھ انچ قطر کے پائپ کے ذریعے اترائی میں دریائے مستوج تک لایا گیا۔ دریائے مستوج کے اوپر ۱۷۰ فٹ لمبا اور ساڑھے چار فٹ چوڑا معلق پل تعمیر کر کے پائپ کو اس پل کے اوپر سے گزارا گیا ہے پراگرام کی طرف اترائی میں پائپ لائن کی لمبائی دو ہزار فٹ ہے جبکہ پل کے اس پار پرواک کی طرف تین ہزار فٹ ہے پرواک کی طرف پائپ کا یہ پانی سڑک سے چند گز اوپر ایک اور نو تعمیر نہر میں خارج ہوتا ہے۔ جہاں سے اس کو آب پاشی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اس مقام پر پانی کا اخراج ڈھائی کیوسک ہے۔ پانی کے اخراج میں پانی کے اضافے کی گنجائش ۶ سے ۷ کیوسک تک موجود ہے اس پانی سے پرواک کی سات سو ایکڑ زمین سیراب ہوگی اس سکیم کے لئے آغا خاں رورل سپورٹ پروگرام کی طرف سے ان تین تنظیموں کو آٹھ لاکھ چھہتر ہزار تین سو پانچ روپے کا عطیہ دیا گیا تھا۔ پرواک اور پراگرام کے باہمت اور پرعزم لوگوں نے اس سکیم کی تیاری میں جس محنت لگن اور جوش و خروش کا اظہار کیا وہ قابل تعریف ہے ان لوگوں نے مارچ ۱۹۸۵ء سے مئی ۱۹۸۶ء تک زبردست محنت و مشقت سے کام کیا اور اپنی سکیم کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ان تینوں تنظیموں کے ممبر تحسین و آفرین کے لائق ہیں اور ان کی انتھک محنت اور قومی تعمیر کے جذبے کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ ساتھ پرواک پائین کے صدر بابو خان منیجر شیر مومن خان پرواک بالا کے صدر صوبیدار صاحب الدین منیجر سرفراز المعروف نازک صوبیدار پراگرام تنظیم کے صدر امید غازیخان اور منیجر علی رحمت شاہ بھی قابل مبارکباد و تعریف ہیں کہ انہوں نے خلوص سے کام کیا لوگوں کو حوصلہ دیا اور ان کی ہمت بندھائی۔

پرواک سکیم بہت بڑی سکیم ہے وادی چترال میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی سکیم ہے اس کی تکمیل سے پرواک کے لوگوں کی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی ہے اور پرواک کی زرخیز زمین میں اب نئی جان آگئی ہے اگرچہ پرواک اور پراگرام گاؤں کے لوگوں کی محنت دوسرے گاؤں کے لوگوں کے لئے بھی ایک قابل تقلید مثال بنی ہوئی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ پرواک اور پراگرام کے لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس سکیم کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے کسی کام کو کرنا آسان ہے اس کی حفاظت مشکل ہے ہم اس کی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسی عزم و ہمت سے وہ اسکی حفاظت کرینگے

سلطان حمید

اشتراکِ عمل کی ایک مثالی تنظیم

ترقی یافتہ قوموں کی تاریخ بتاتی ہے کہ انہیں یہ منزل صحیح منصوبہ بندی پر لوگوں کی مشترکہ کوششوں کے بعد ہی حاصل ہوئی ہے۔ ہمارے ہمسایہ اور دوست ملک چین کے عوام کا وہ اشتراک عمل ہی تھا جس نے صنعتی اور زرعی انقلاب کی بنیادیں مضبوط کیں۔ انہوں نے مسلسل کامیابیوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان ہی الہ دین کا جادوئی چراغ ہے اور انسان ہی اس چراغ کا جن بھی ہے صرف کام کی لگن اور ان تھک محنت ہی سے مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ قدرت کا بھی یہ اصول ہے کہ انسان کو اس کی محنت کا صلہ اس کے عمل کے مطابق ملتا ہے

اے کے آر ایس پی شمالی علاقوں کے لوگوں کی معاشی کایا پلٹ کے لئے قائم کیا گیا ہے۔ جو یہاں کے قدیم طور طریقے پر جدیدیت کی پیوندکاری کرکے انہیں مشترکہ عمل پر ابھار رہا ہے اس پروگرام کا مقصد لوگوں میں اپنے مسائل کو سمجھنے اور انہیں ماہرانہ طریقے سے حل کرنے کا شعور بخشنا ہے۔

رحیم آباد دیہی تنظیم کے ممبروں نے اجتماعی طور پر رابطہ سڑک کی نشاندہی کی جس کی تعمیر کے لئے اے کے آر ایس پی نے عطیہ کی رقم منظور کی اور دیہی تنظیم کے ممبران نے مشترکہ طور پر عمل کیا۔ آج دیہی تنظیم رحیم آباد نمبر ۱ کے ممبران اس رابطہ سڑک سے بھرپور فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ ضروریات زندگی کے علاوہ ٹریکٹر، جیپ، تھریشر اور ہل ان کے دروازے تک آسانی سے پہنچ رہے ہیں۔ دیہی تنظیم کے ممبر اسی رابطہ سڑک سے اپنی فاضل پیداوار کی مارکیٹنگ کو بخوبی انجام دے رہے ہیں۔ سڑک کی تکمیل سے جہاں مالی فوائد حاصل ہو رہے ہیں۔ وہاں لوگوں کے باہمی میل جول سے کئی ایک گھریلو اور معاشرتی قرینے ختم ہو چکے ہیں۔ ممبران بلاناغہ ہر جمعہ کو تنظیم کی میٹنگ میں حاضری دیتے ہیں اور باقاعدہ اپنی بچت کے سرمائے میں اضافہ کر رہے ہیں۔ آج ان کی بچت کے سرمائے کو بینک میں اہم اصل کی حیثیت حاصل ہے جس کی ضمانت پر انہیں کیمیائی کھاد، مارکیٹنگ اور زمینوں کی آبادکاری کے لئے قرضہ جات مل چکے ہیں۔ اس کے علاوہ تنظیم میں ماہر فصلات اور ماہر حیوانات ممبروں کے پیداواری نقصانات کو کم کرنے میں ہر وقت کوشاں ہیں

دوسرے دیہاتوں کی طرح اس گاؤں میں بھی پانی کی قلت ہے آپ جانتے ہیں کہ اکثر ہر چیز کی قلت یا کثرت ہی لوگوں کے درمیان جھگڑوں کا سبب بن جاتی ہے۔ پانی کی مساوی تقسیم اور اس کی فراہمی میں وقت کی کمی بیشی ہی اصل مسئلہ رہا ہے ان مسئلوں کو حل کرانے کے لئے لوگوں کو عدالتوں تک آنے جانے اور پیشیاں بھگتانے پر کافی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے لیکن تنظیم نے گذشتہ تین چار ماہ کی سوچ بچار کے بعد اس کا ایک موثر اور دیرپا حل سوچ لیا اور تھوڑی سی مدت میں دریا سے ایک اضافی کوہل نکال کر پانی کی قلت کے مسئلے کو حل کر لیا ہے اس کوہل کی لمبائی ۱۵۰۰۰ فٹ ہے جو پورے ستائیس دنوں میں مکمل ہوئی اس پر لوگوں نے رضاکارانہ طور پر کام کیا اور خواتین دیہی تنظیم کے ممبروں نے اس کام میں اپنے مردوں کو بھرپور دوش دیا اب اس کوہل کی تکمیل سے دریا کے کنارے آباد شجرکاری اور رتسکہ کے پلاٹ خوب پھلیں پھولیں گے۔ اور اس جگہ استعمال ہونے والا پانی فصلات کی آبیاری کے لئے استعمال ہوگا۔ لوگوں کے کہنے کے مطابق یہ کوہل آج سے بیس برس پہلے بھی تعمیر ہو سکتا تھا۔ مگر اب تک مشترکہ کوشش کا فقدان ہی اس کے راستے میں رکاوٹ بنا رہا جب لوگوں کو اشتراکِ عمل کے ٹھوس نتائج کا یقین ہو چلا تو انہوں نے اس منصوبے پر از خود کام کرنے کا تہیہ کر لیا اور چند دنوں کی محنت کے بعد مطلوبہ کام سرانجام دیا۔ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ اے کے آر ایس پی کا ہم پر احسان مالی امداد فراہم کرنے سے زیادہ تربیتی اور فنی امداد فراہم کرنے کا ہے۔ اس ادارے نے جہاں لوگوں کو اپنے حقوق

(باقی صد ۲۵ پر)

اکرام اللہ جان
پروگرام سوشل آرگنائزر

اے کے آر ایس پی بلتستان میں

ضلع بلتستان دنیا کے ان خطّوں میں شامل ہے جنہیں قدرت کا شاہکار کہا جاتا ہے۔ بلند و بالا چوٹیاں عظیم الشان برفانی تودے۔ جھیلیں اور گرم چشمے اس خطّے کی خوبصورتی اور عظمت کی داستان سنانے کے لئے کافی ہیں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں پہ دنیا کے دو عظیم پہاڑی سلسلے قراقرم اور ہمالیہ آپس میں ملتے ہیں۔

زمانہ قدیم سے یہ خطّہ تہذیب و تمدّن، ادب و فن اور رواداری کا گہوارہ چلا آرہا ہے۔ اس ضلع کی آبادی ۲,۲۳,۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے یہاں کے باشندے جفاکش ہونے کے علاوہ مخلص اور صاف گو بھی ہیں۔ ان کی زندگی کا دارومدار زراعت پہ ہے مگر سخت سرد اور بالائی علاقہ ہونے کی وجہ سے زمین یک فصلی ہے اور حدّ ملکیت ڈیڑھ کنال فی گھرانہ ہے۔ ان دو حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ بلتستان بھی ایک غریب اور پسماندہ علاقہ ہے

دسمبر ۱۹۸۲ء سے ہز ہائی نس پرنس کریم آغا خان نے جب شمالی علاقہ جات کی ترقی کے لئے آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کے نام سے ایک غیر فرقہ وارانہ ترقیاتی پروگرام شروع کیا اور شمالی علاقہ جات کے لوگوں کو یہ دعوت دی گئی کہ وہ بلا امتیاز اپنی حالت بہتر بنانے اور اپنے بچوں کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے اس پروگرام سے استفادہ کریں۔

بلتستان کے نمائندوں، عمائدین اور علمائے کرام نے بلتستان کی روایتی رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہز ہائی نس آغا خان کی اس پیشکش کو قبول کیا اور A K R S P کو پورے بلتستان میں پھیلانے کی خواہش ظاہر کی۔ جنوری ۱۹۸۶ء سے باقاعدہ طور پر پروگرام کو چلانے کی منظوری دے دی اور ایک بار پھر اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ A K R S P بلا تمیز رنگ و نسل اور مذہب سب کی بہتری کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

چھ ماہ کی قلیل مدت میں بلتستان کے منتخب نمائندوں کے تعاون سے اس پروگرام نے کافی مقبولیّت حاصل کی ہے اسی دوران مختلف دیہاتوں میں ۲۲ تنظیموں کا قیام عمل میں لایا جا چکا ہے۔ جن کے ممبروں کی تعداد ۱۳۹۴ ہے اور یہ اب تک وہ ہفتہ وار میٹنگوں کے ذریعے ۲,۵۸,۰۰۰/- روپے کا سرمایہ بھی جمع کر چکے ہیں۔ اسی ہی مدت میں ۹ پیداواری اور اجتماعی فائدے کے منصوبے بھی شروع کئے گئے ہیں۔ اور گیارہ تنظیموں کے لئے ممبران کو تقریباً دو لاکھ روپے کے قرضہ جات کھاد کے لئے مہیا کئے گئے ہیں۔

۱۹۸۶ء میں ۵۶ تنظیموں کے قیام اور اتنی ہی تنظیموں کے لئے منصوبہ جات تربیت اور قرضہ جات کی فراہمی کا بندوبست کیا گیا ہے۔

بلتستان میں A K R S P نے نمایاں بات یہ محسوس کی ہے کہ وہاں کے کونسلر صاحبان A K R S P کو اپنا پروگرام سمجھتے ہیں۔ پروگرام کو جس خلوص کے ساتھ یہ حضرات بلتستان لے گئے ہیں اور پھیلا رہے ہیں اتنا خلوص شاید کسی پروگرام کو نصیب ہوا ہو۔ میں نے ہمیشہ ان کو A K R S P کا ترجمان پایا ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو مجھے یوں محسوس ہوا ہے کہ A K R S P کو چلانے کی ذمہّ داری میری نہیں کونسلر صاحبان کی ہے اس موقع پہ اگر میں جناب حاجی فدا محمد ناشاد صاحب چیرمین ڈسٹرکٹ کونسل بلتستان، آغا احمد علی شاہ صاحب آغا محمد علی شاہ صاحب ممبران N A کونسل اور حاجی محمد حسین صاحب ممبر N A کونسل کے ناموں کا ذکر نہ کروں تو یہ انصاف کی بات نہیں ہوگی انشاء اللہ ان حضرات کے تعاون سے A K R S P کے طریقہ کار کو اپنانے کے بعد بلتستان کے چھوٹے چھوٹے اور غریب کسان خود انحصاری اور خود کفالت حاصل کر کے رہیں گے۔ یہاں میں یہ بات بھی کہنا چاہوں گا کہ ضلعی انتظامیہ بالخصوص جناب غازی جوہر ڈپٹی کمشنر بلتستان بھی پروگرام کے ساتھ بھرپُور تعاون کر رہی ہے۔ ہر مشکل گھڑی میں وہ نہ صرف ہماری مدد کرتی ہے۔ بلکہ ہماری عزّت افزائی بھی کر رہی ہے انتظامیہ کی بھی یہی کوشش ہے کہ بلتستان کے عوام اس پروگرام سے بھرپُور فائدہ حاصل کر سکیں۔

م-ا-ضف

نظم

اے سکے آر ایس پی سب کو جگانے آیا
آثارِ مفلسی کو یکسر مٹانے آیا!

فرقہ پرستیوں کے سوتے ہوئے ہیں ویران
حبلِ متین کی قوّت سب کو دکھانے آیا

تاریک وادیوں میں غُربت کے تھے بسیرے
روشن رہ عمل کا کُلیہ سمجھانے آیا

تنظیم، اِتّحاد و سرمایہ قُوّتیں ہیں!
اقدارِ نو کا ایسا مُژدہ سنانے آیا!

اللہ نے تم کو بخشے ہیں بے پناہ خزینے
خود آگہی کی مشعل گھر گھر جلانے آیا۔

محمد اقبال ہنزہ

سوشل آرگنائزر کی ڈائری سے اقتباسات

۲۰ رجون ۱۹۸۶ء رشتکٹ، رکنہ، آئین آباد اور سرٹ کے دورہ سے واپس آکر گنش تنظیم کو اطلاع دی کہ بعد از نماز ظہران کی میٹنگ میں شرکت کروں گا۔ گنش تنظیم کے ممبروں کی تعداد ۱۹۵ اور کل بچت ۱۱۰۲۶/- روپے ہے اس بچت میں سے ۵ ہزار روپے ایک ووکا ندار کو منافع پر قرضہ مہیا کیا گیا تھا۔

جنوری ۱۹۸۶ء میں سڑک کے منصوبہ کا کام مکمل کیا گیا ہے صرف صفائی کا کام باقی ہے گنش تنظیم میں اختلافات رونما ہوئے ہیں ان اختلافات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ممبروں نے عہدیداروں پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے اے کے آر ایس پی سے ٹریکٹر کا قرضہ لینے کا وعدہ کر کے منصوبہ پر کام شروع کرنے والوں کو اجرت نہیں دی۔ انہیں منصوبہ کے اخراجات اور بچت کا حساب کتاب دکھایا نہیں گیا ان بنیادی وجوہات سے ممبروں نے منصوبہ کی صفائی کا کام اب تک مکمل نہیں کیا۔

تنظیم کے مینجر مالک شاہ نے بتایا کہ حساب کتاب کی ذمہ داری ان کی تھی لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ ان سے پوچھے بغیر حساب کتاب کے رجسٹروں کو ماسٹر سکندر اور سابق صدر درویش کے حوالہ کیا گیا ہے تاکہ وہ جانچ پڑتال کریں۔ تین ماہ گذرنے کے باوجود اب تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ مالک شاہ کی ان باتوں کے جواب میں نمبردار مالک اشدر نے کہا کہ رقم میں خرد برد کرنے کے بعد کاغذات درست کر کے دیئے گئے ہیں۔ جانچ پڑتال کرنے والے دونوں ارکان منصوبہ کے کام پر موجود نہ تھے جبکہ انہوں نے کہا کہ کام کے دوران وہ خود نگرانی کرتے رہے تھے۔

تنظیم کے ممبروں نے مجھ سے کہا کہ میں ان کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کروں۔ میں نے انہیں بتایا کہ تھرڈ ڈائیلاگ کے دوران تنظیم نے حساب کتاب کی ذمہ داری قبول کی تھی اس لئے آج وہ اس کی ذمہ دار ہے۔ ہم نے تمام ممبروں کی اجازت اور منظوری سے منصوبے کی تعمیر کے لئے چیک مینجر کے حوالے کیا تھا۔ عطیہ کی کل رقم ۱۶۹۸۳۲/- روپے میں سے تین اقساط ادا کر دی گئی ہیں۔ تنظیم عہدیداروں سے حساب کتاب لے گی۔ اے کے آر ایس پی سے ملنے والی عطیہ کی رقم کا حساب کتاب رکھنا، آمد و خرچ سے خود کو آگاہ رکھنا تنظیم کی ذمہ داری ہے رہی تو اس ادارہ اور دیگر سرکاری محکموں کے درمیان فرق ہے کہ ہماری نظر میں تمام تر ذمہ داری تنظیم کی ہے۔ میں نے انہیں یہ بھی بتایا کہ بالفرض اگر میں ان کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کروں تو تنظیم کے عہدیدار خفا ہوں گے کہ میں تنظیم کی حمایت کرتا ہوں۔ اگر حساب کتاب درست ثابت ہوا تو تنظیم کے ممبر ناراض ہوں گے اور ممکن ہے کہ وہ مجھ پہ عہدیداروں کی حمایت کرنے کا الزام دھریں۔ اس لئے میں نے انہیں بتایا کہ اس مسئلہ کا بہترین حل یہ ہے کہ تنظیم اگلے جمعہ تک عہدیداروں سے حساب کتاب کرے ان سے تحریری صورت میں کمپریسیر بتی بارود اور مزدوری کے اخراجات لئے جائیں اور باقی ماندہ رقم وضح کی جائے۔ میں نے انہیں بتایا کہ بتی بارود کے حساب میں کوئی شک ہو تو میں اے کے آر ایس پی سے ان کی تنظیم کو ملنے والے بارود کا حساب کتاب معلوم کر کے انہیں بتا دوں گا۔ مینجر سے میں نے کہا کہ وہ تمام ممبروں کو تنظیم کے حساب کتاب سے برابر آگاہ کرتا رہے تاکہ انہیں اعتماد میں لیا جا سکے۔

میں نے کہا کہ گنش کی تنظیم شروع شروع میں نہایت جوش و خروش سے کام کرتی تھی۔ بڑے بڑے مہمانوں نے ان کے منصوبے کا معائنہ کیا اور آبادکاری کے لئے بھی نقشہ وغیرہ تیار ہوئے۔ لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ اب یہاں پر بھی گرم جیسی صورت پیدا ہو چکی ہے۔ گرم کے مینجر نے منصوبے کی رقم اور کھاد کا قرضہ غائب کر دیا ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ یہاں پر ایسی بات نہیں ہوگی یہ مسئلہ میٹنگ میں بات چیت نہ ہونے اور غلط فہمی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اس بحث مباحثہ میں ممبروں نے کھل کر عہدیداروں پر الزام دھرے اور پھر یہ فیصلہ طے ہوا کہ تنظیم اگلے جمعہ تک حساب کتاب کرے گی۔ اس بات کو مینجر نے بھی مان لیا۔

ممبروں نے کہا کہ حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے بعد منصوبہ پر پھر سے کام شروع کیا جائے گا۔ آخر میں انہیں میں نے ادارہ کے پیکج کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ دوسری کامیاب تنظیموں کے حوالے سے انہیں بھی فعال ہونے کی ترغیب دی گئی۔ ممبروں نے تسلیم کر لیا کہ وہ پرانے دل و دماغ کے لوگ ہیں اس لئے پروگرام کے تعمیری مقاصد کو پوری طرح سے نہیں سمجھے کہ یہ دراصل انہیں کے فائدے کے لئے کام کرتا ہے انہوں نے کہا کہ ایک وقت آئے گا کہ وہ بھی کسی سے پیچھے نہیں رہینگے

سلطان حمید ایس۔ او گلگت کی ڈائری سے ایک ورق

۱۲ جون ۱۹۸۶ء

رحیم آباد جو مُنتم داس کے نام سے مشہور ہے ۱۹۳۰ء میں میر ہنزہ کے حکم سے ہنزہ کے لوگوں نے آباد کیا۔ اس سے پہلے مُنتم داس جوتل کے لوگوں کی ملکیت میں تھا لیکن وہ لوگ اسے آباد نہ کر سکے۔ ۱۹۳۰ء تک یہ موضع پرتاب سنگھ پُورہ کہلاتا تھا لیکن ہنزہ کے لوگوں نے اس کالے پتھروں سے اٹے ہوئے داس کو مُنتم داس یعنی کالے پتھروں کا داس کہا۔ اس کو آباد کرنے کے لئے کوہل تعمیر کیا اور بہت بعد میں ہز ہائی نس پرنس کریم آغا خان کے صاحبزادے پرنس رحیم کے نام پر اسے منسوب کر کے رحیم آباد نام رکھا۔

رحیم آباد میں مردوں کی تین اور خواتین کی تنظیمیں ہیں۔ رحیم آباد ویلج میں کل ۵۰ گھرانوں سے ۵۹ ممبر تنظیم میں شامل ہیں جن کی موجودہ بچت ۳۷۰۰۰ روپے ہے اس محلّے میں ۹۸ فیصد اسمٰعیلیہ اور ۲ فیصد شیعہ اثنا عشری آباد ہیں۔ سو فیصد آبادی بروشسکی بولتی ہے۔

ممبروں سے بات چیت کے بعد معلوم ہوا کہ ان کے وسائل روز بروز کم اور مسائل زیادہ ہو رہے تھے۔ ان حالات پر قابو پانے کے لئے وہ ۵ جدید طریقوں کو اپنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ممبروں نے مجھے بتایا کہ گذشتہ تین برسوں کے دوران ایک نمایاں معاشی تبدیلی ہوئی ہے۔ سکھوں کے دور سے اس وقت تک یعنی ۱۹۳۰ء سے ۱۹۸۳ء تک ترقی کی رفتار سست رہی ہے لیکن ۱۹۸۳ء سے ۱۹۸۶ء کے دوران ترقی کی رفتار دوگنی تیز ہوئی ہے اس کے علاوہ فصلوں اور پھلوں اور حیوانات کے نقصانات میں کمی، اجتماعی مارکیٹنگ اور جدید ترین زرعی وفنی معلومات میں اضافہ ہوا ہے۔ میں نے ممبروں کو بتایا کہ وقت کی ضرورت کے پیش نظر فی کنال زمین سے زیادہ سے زیادہ آمدنی حاصل کرنی چاہیئے۔ خواہ اس میں اچھی قسم کی گندم بوئی جائے۔ خواہ پھلدار یا غیر پھلدار درخت اگائے جائیں۔ ہر ممبر اپنی اوسط سالانہ آمدنی کا حساب کتاب رکھے اور آمدنی میں اضافہ کے طریقوں پر عمل کرتا ہے۔ یہی جستجو کامیابی کی ضامن ہے

محمد اقبال

سوشل آرگنائزر ہنزہ کی ڈائری کا ایک ورق

گذشتہ موسم بہار میں اسی موڈ (ICIMOD) اور اے کے آر ایس پی کے اشتراک سے ایک بین الاقوامی سمینار "پہاڑی علاقوں کی ترقی" کے موضوع پر گلگت میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں شریک ملکی اور غیر ملکی ماہرین نے ہنزہ اور نگر کی تنظیموں اور ان کے منصوبوں کا معائنہ بھی کیا۔ درج ذیل میں سوشل آرگنائزر ہنزہ محمد اقبال کی ڈائری کے مندرجات میں سے اس دورے کے بارے میں کچھ اقتباسات لئے گئے ہیں۔

ذہین دانی نے مندوبین کو علی آباد میں پانی کی قلت اور ان چار قدیمی کوہلوں کے بارے میں بتایا جن پر مرکزی ہنزہ کی آبپاشی کا نظام برقرار ہے۔ ان پرانے کوہلوں میں سب سے بڑا کوہل سمرقند ہے اور سمرقند سے بلندی پر بربہ کا مشہور کوہل ہے۔ چونکہ ان کوہلوں کا پانی مرکزی ہنزہ کی آبپاشی کے لئے ناکافی تھا۔ اس لئے وہاں کی چودہ تنظیموں نے حسن آباد نالہ سے ایک نئے کوہل کی تعمیر کا منصوبہ ہاتھ میں لیا ہے اس کوہل کی تکمیل سے علی آباد کو وافر پانی ملے گا اور سمرقند کوہل کا پانی ملبتت اور حیدر آباد گاؤں کے لئے کافی ہوگا۔ اس نئے کوہل پر ملبتت اور حیدر آباد کی آٹھ تنظیمیں بلا اجرت کام کر رہی ہیں۔

مرکزی ہنزہ میں پانی کی وارہ بندی کا نظام قدیم زمانے سے قبیلوں میں تقسیم تھا۔ بعد میں جرگہ سسٹم رائج ہوا تو پانی کی ترسیل کی ذمہ داری ہر سال ایک قبیلہ کے سپرد کی گئی۔ ہنزہ میں چار مختلف قبیلے بروشنگ، براتلنگ، خرو کنچ اور درامتنگ آباد ہیں۔ ان قبیلوں کے ساتھ ساتھ آغا خان آباد اور ڈور کھنڈ کی دو تنظیموں کو کوہل کا ایک منصوبہ دیا گیا۔ پانی کی ترسیل کا انتظام ۱۹۸۶ء میں رضاکاروں کے سپرد کیا گیا ہے جنہیں فی گھرانہ -/۱۰۰ روپے سالانہ کے حساب سے -/۵۰،۰۰۰ روپے ہر سال معاوضہ میں دیئے جاتے ہیں اس کے علاوہ تین چوکیدار کوہل کی حفاظت کرتے ہیں، انہیں بھی معاوضہ دیا جاتا ہے۔

سیمینار کے مندوبین نے مقامی لوگوں سے پوچھا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ گندم جو رشقہ اور گھاس وغیرہ اگاتے ہیں، موسم کے لحاظ سے باری باری فصلات، گھاس وغیرہ اور باغوں کی آبیاری کی جاتی ہے، آبپاشی کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا بلکہ رضاکاروں کی موجودگی میں تمام فصلات کی آبیاری کی جاتی ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ نئے کوہل میں ملبتت اور حیدر آباد کو شامل کیوں نہیں کیا گیا؟ تنظیموں کے وفاق کے صدر شامی نے بتایا کہ اس کوہل کی تعمیر سے ملبتت اور حیدر آباد کو بھی فائدہ ملے گا۔ انہوں نے بتایا کہ کوہل پر کام کرنے کے لئے کمپریسر مشین کی ضرورت تھی جسے تنظیموں نے چندہ کر کے خرید لیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں فصلی زمین میں -/۵۰،۰۰۰ روپے فی کنال باغات کی زمین -/۴۰،۰۰۰ روپے فی کنال ہے، اور گھاس اگانے والی زمین کی کوئی مقررہ قیمت نہیں ہے۔

مٹینگ کے بارے میں شامی نے بتایا کہ تنظیموں کی ہر ہفتہ مٹینگ منعقد ہوتی ہے، جس دوران پروگرام کے طریق کار سے متعلق گفتگو کی جاتی ہے اس کے علاوہ تنظیموں کے نمائندے مخصوص اوقات میں مل بیٹھتے ہیں اور فیصلہ صادر کرتے ہیں ان فیصلوں کے بارے میں تمام تنظیموں کے ممبروں کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے علاقہ میں پانی فروخت کرنے کا رواج نہیں ہے۔ چونکہ آبپاشی کے لئے وقت مقرر نہیں ہے اس لئے فصلات کے رقبہ کے مطابق پانی فراہم کیا جاتا ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں وفاق کے نمائندوں نے بتایا کہ انہیں زیادہ تر آمدنی پھلوں سے حاصل ہوتی ہے اس لئے گاؤں کے لوگ اب اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پھلدار درخت لگائے جائیں انہوں نے بتایا کہ نئے کوہل سے حاصل ہونے والی اراضی پر فصل اور پرانی زمین پر باغات اگائے جائیں۔

شکر ریز ۔ ایس ۔ او ۔ گوپس

۲۰ر جولائی ۱۹۸۶ء آج صبح سویرے عبداللہ جان انجنیئر پیوگش تنظیم کا کوہل دیکھنے گئے جو انتہائی بلندی پہ ہے ۔ میں متوج لشٹ تنظیم کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے وہیں ٹھہرا ، پتہ چلا کہ لوگ چراگاہ گئے ہیں ، متوج لشٹ پہنچنے کے دو گھنٹہ بعد لوگ واپس آ گئے ، ۱۶ گھرانوں کے ۳۶ ممبروں پہ مشتمل اس تنظیم میں مکمل ہم آہنگی اور ترقی کا بھرپور جذبہ ہے ان کے کوہل کا منصوبہ مکمل ہو چکا ہے اس لئے آج کی میٹنگ میں انہوں نے عطیہ کے پانچویں اور چھٹی قسط کی ادائیگی کے لئے قرارداد پاس کی انہوں نے آبادکاری کے لئے قرضہ کا تقاضہ بھی کیا ، متوج لشٹ کا ماہر مال تربیت پا چکا ہے اور کام تسلی بخش طور پہ کرتا ہے ، تنظیم کے ایک ممبر نے کہا کہ ان کا ماہر مال ادویہ زیادہ مقدار میں لاتا ہے ، اسے چاہیئے کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق دوائے آئے مجھے معلوم ہوا کہ اس معترض شخص کو اب تک مختلف بیماریوں کے تدارک کے لئے الگ الگ ٹیکے لگانے کا مطلب سمجھ نہیں آیا میں نے کافی دیر تک اسے سمجھانے کی کوشش کی ، ماہر مال کی کٹ منگا کر دوائیاں دیکھیں تو وہ ضرورت کے مطابق تھیں ، البتہ صرف لیور فلیوک (کرشا) کی گولیاں جو اس گاؤں کے لئے ضروری نہیں اس کے پاس تھیں ، میں نے ماہر مال سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ کبھی کبھار گاؤں والے باہر سے مال مویشی خرید لاتے ہیں اس کے علاوہ گاؤں سے باہر کے کچھ لوگوں نے بھی ان گولیوں کے لئے ان سے کہا تھا اس لئے وہ لے آئے ہیں میں نے معترض ممبر کو تفصیل کے ساتھ ان گولیوں کی اہمیت اور ضرورت سمجھائی میں نے گاؤں میں مویشیوں کی تعداد اور بیماریوں کی تعداد کے بارے میں اسے بتایا تو آخر کار وہ سمجھ گیا اور مطمئن ہوا ۔ آج میں نے متوج لشٹ میں چھ گھنٹے گزارے ، انجنیئر نے متوج لشٹ کی نئی زمین کو ماپا اور بتایا کہ نئے کوہل کے نیچے ۲۳۰ کنال زمین زیر آباد ہے ، جبکہ گاؤں والوں کے کہنے کے مطابق وہ گاؤں کے دوسرے حصوں میں بھی اتنی ہی زمین کو آباد کر سکتے ہیں ، تنظیم نے پانچسالہ مشترکہ آبادکاری کے لئے درج ذیل خاکہ تیار کیا ہے ۔

	۱۹۸۶ء	۱۹۸۷ء	۱۹۸۸ء	۱۹۸۹ء	۱۹۹۰ء	کل زمین جو آباد ہوگی
فصلات	۴ کنال	۸ کنال	۴ کنال	۲ کنال	۲ کنال	۲۰ کنال
رشقہ شفتل	۱۶ //	۲۰ //	۲۰ //	۲۰ //	۲۰ //	۹۶ //
باغات	—	۲ //	۲ //	۲ //	۲ //	۸ //
جنگلات	—	۱۵ //	۱۵ //	۱۵ //	۱۵ //	۶۰ //
ہموار کی زمین	—	۲۵ //	۲۵ //	۲۵ //	۲۵ //	۱۰۰ //
				کل آباد اراضی		۲۸۴ //

مندرجہ بالا خاکہ تمام ممبروں نے متفقہ طور پہ کیا ہے ان کی کل بچت ، ۳۰۴۲۸/- روپے ہے تنظیم کے اس جذبہ کو دیکھ کر دل تو چاہتا ہے کہ جنرل مینجر صاحب خود ایک بار یہاں آ جائیں لیکن راستہ نہایت دشوار گزار ہے تھنگی پل کو پار کرنے کے بعد سخت خطرناک پگڈنڈیوں پہ ایک گھنٹہ چلنے کے بعد ہی متوج لشٹ پہنچا جا سکتا ہے ، سچ کہوں تو یہی وہ لوگ ہیں جن کی ہمیں تلاش ہے ان کا ہر حساب درست اور صاف ہے تنظیم نے عبداللہ بیگ کی ڈائری میں بھی جنرل مینجر کے دورے کا تقاضا کیا تھا ، میں نے انہیں بتایا کہ جی ایم صاحب ضرور آئیں گے لیکن سفر کی مشکلات کے پیش نظر ہم یہ کر سکتے ہیں کہ جی ایم کے دورے کے وقت تھنگی میں آپ کی تنظیم کے ساتھ ایک میٹنگ کا انتظام کریں وہاں متوج لشٹ کی تنظیم کے تمام ممبر جمع ہونگے شام کو وہاں سے فارغ ہو کر ہم سنمون پہنچے رات گزارنے کے لئے بسیرا تلاش کرنے میں کافی مشکل پیش آئی ، آخر کار مقامی نمبردار کے گھر میں ایک کمرہ ملا مگر سونے کے ساتھ ہی کھٹملوں نے ہلہ بول دیا ان سے مقابلہ کی تاب نہ تھی اس لئے ہم مجبوراً اپنی گاڑی میں گھس گئے اور ایک بجے کے بعد رات کا پچھلا پہر گاڑی میں اونگھتے کاٹا ۔

نور محمد سوشل آرگنائزر نگر کی ڈائری سے اقتباس

آج عید غدیر کا دن ہے، یہ دن نگر میں نہایت جوش و خروش سے منایا جاتا ہے اوکسفام کے نمائندے رنک گارڈنر کو ہم سب سے پہلے سمائر لے کر گئے، اتفاق سے آج ہی کے دن سمائر اور ممو بر کے درمیان رابطہ سڑک مکمل ہوئی تھی، آج اس سڑک کا افتتاح کیا گیا تھا سمائر میں کوئی ۵۰۰ آدمی جمع تھے، سڑک کا افتتاح علماء دین نے کیا۔ کھانے کا انتظام ممو بر میں کیا گیا تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو لوگ کھانا کھا کر واپس بھی جا چکے تھے، صرف دونوں تنظیموں کے کچھ ممبر وہاں موجود تھے۔ نک کو اسی راستہ پر لے جایا گیا اور تنظیم کی میٹنگ ہوئی نک نے ممبروں سے پہلا سوال یہ کیا کہ اس رابطہ سڑک کی تعمیر میں انہیں کس قسم کے مسائل پیش آئے، تنظیم کے مینجر شعبان علی نے بتایا کہ سب سے اہم مسئلہ زمین کے مالکان کو معاوضہ دینے کا تھا، اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے تنظیم کے ممبران لوگوں کے پاس باری باری گئے، جن کی زمین پر سڑک بننے والی تھی اور ان سے عرض کیا کہ وہ لوگ گاؤں کی بھلائی کے لئے اپنی زمین مفت مہیا کریں۔ مالکان میں سے بعض اس بات پر راضی ہوئے اور بعضوں نے انکار کیا، جن لوگوں نے مفت زمین فراہم نہیں کی انہیں زمین کی قیمت ادا کی گئی۔

نک نے پوچھا کہ زمین کی قیمت دینے کے لئے رقم کا انتظام کس طرح کیا گیا، اس کے جواب میں انہیں بتایا کہ سڑک پر ممبروں نے مفت کام کیا اور بچی ہوئی مزدوری کی رقم زمین کے مالکوں کو دی گئی نک کے اس استفسار پر کہ معاوضہ کس حساب سے دیا گیا، تنظیم کے عہدیداروں نے انہیں بتایا کہ ان کے علاقہ میں حکومت کی طرف سے طے شدہ قیمت یعنی -/۱۸۰۰ روپے فی کنال ہے، اس حساب سے ادائیگی کی گئی رنک گارڈنر ان کے اس جواب سے متاثر ہوئے اور انہیں مبارک باد دی نک نے تنظیم سے پوچھا کہ مارکیٹنگ کے بارے میں ان کا پروگرام کیا ہے انہیں بتایا گیا کہ کل تک ان کا گاؤں کٹا ہوا تھا، اب سڑک کے بننے سے انہیں پھلوں اور فالتو زرعی اجناس کو فروخت کرنے کی سہولت ملی ہے چونکہ ان کے پاس میوں کی بہتات ہے انہوں نے ادارہ سے مارکیٹنگ کا قرضہ لیا ہے، ان کے گاؤں سے ایک ممبر کو مارکیٹنگ ماہر کی تربیت بھی دی گئی ہے اس لئے انہوں نے ایک مارکٹنگ کا حلقہ بنایا ہے انہوں نے گلگت کے ایک دوکاندار سے بات بھی کی ہے وہ اب کی بار اجتماعی مارکٹنگ کریں گے، نک نے پوچھا کہ اس سے پہلے وہ کسی مارکٹنگ کیا کرتے تھے تو انہیں جواب دیا گیا کہ اس ادارہ کے قیام سے پہلے ہر فرد انفرادی طور پر مارکٹنگ کیا کرتا تھا لیکن اب اے کے آر ایس پی نے انہیں اجتماعی مارکٹنگ کی ترغیب دی ہے۔

نک نے ان سے پوچھا کہ کیا سب لوگ مارکٹنگ ماہر پر اعتماد کرتے ہیں یا نہیں تو انہیں بتایا گیا کہ وہ ان کے گاؤں ہی کا آدمی ہے اور انہوں نے اعتماد کر کے ہی اسے چنا ہے نک نے حساب کتاب کے بارے میں پوچھا تو جواب ملا کہ ہر میٹنگ کے دوران حساب کتاب کی جانچ پڑتال ہوتی ہے مارکٹنگ کرنے والے حلقہ میں سکول کے مدرس بھی شامل ہیں جو ممبروں کو حساب کتاب کے بارے میں آگاہ کرتا ہے۔

وہاں سے ہم بر دشل چلے گئے، چونکہ تنظیم کے تمام عہدیدار میر صاحب سے ملنے گئے تھے اس لئے وہاں پر موجود ممبروں کے ساتھ ایک میٹنگ کر لی جس میں نک نے سوالات پوچھے میٹنگ کی کارروائی کچھ یوں ہے۔

نک: اب تک تنظیم کی بچت کتنی جمع ہوئی ہے۔

تنظیم: ۵۶۸۱۰ روپے

نک۔ میٹنگ کرنے کا طریق کار کیا ہے؟

تنظیم۔ ہر ہفتے باقاعدہ میٹنگ ہوتی ہے۔

نک۔ میٹنگ میں کوئی ممبر غیر حاضر رہتا اور ... اپنی بچت جمع کراتا ہے یا نہیں؟

تنظیم۔ اگر کسی ممبر کو ضروری کام سے کہیں جانا پڑے تو وہ بچت کی رقم گھر میں چھوڑ جاتا ہے، یا گھر کے کسی فرد کے ہاتھ جمع کروا جاتا ہے۔

نک۔ اب تک اے کے آر ایس پی سے آپ کو کیا فائدے ملے ہیں؟

تنظیم۔ بہت کچھ ملا ہے، کوہل کی تعمیر، ٹریکٹر تھریشر کا حصول کے لئے قرضہ، مارکٹنگ کے لئے قرضہ، ماہرین مال مویشی اور فصلات کی تربیت، نئے قسم کے بیج خصوصاً آلو کے، نمائشی پلاٹ وغیرہ کی سہولتیں ملی ہیں۔

ایک معمر شخص نے کہا: "اے کے آر ایس پی نے ہمیں متحد رہنا، اتفاق قائم کرنا، اپنا کام خود کرنا اور اپنی بہتری کے لئے بچت جمع کرنے کا سبق دیا ہے۔"

نک: اے کے آر ایس پی چلا جائے گا تو پھر تم کیا کرو گے؟

تنظیم:۔ اس ادارہ کے مہیا کئے ہوئے اصولوں کی پیروی کر کے اپنی تنظیم کو مضبوط بنائیں گے۔ کیونکہ اب ہم تنظیم کے فوائد سے بخوبی واقف ہو چکے ہیں۔

نک: ٹریکٹر کے ڈرائیور کو کتنی تنخواہ دیتے ہو۔؟

تنظیم: ماہانہ -/۷۰۰ روپے اور یومیہ ۳۰ روپے کھانے کیلئے دیتے ہیں۔

نک: ٹریکٹر کی آمدنی کے حساب کتاب کا کیا طریقہ ہے؟

تنظیم:۔ ٹریکٹر کے ساتھ تنظیم کے دو ممبر ہمیشہ مقرر رہتے ہیں ان کے پاس دو رجسٹر ہیں ایک آمدنی کا اور دوسرا اخراجات کا۔ وہ ممبر تنظیم کی میٹنگوں میں آمد و خرچ کا حساب کتاب پیش کرتے ہیں۔

میٹنگ کے اختتام پر ہم نمائشی پلاٹ دیکھنے کے بعد ہو ہر گلیشیئر دیکھنے گئے۔

بقیہ: سوشل آرگنائزر کی ڈائری سے اقتباس

... پوچھا کہ کیا اس طریقہ کو بدلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے، یعنی گندم کو چھوڑے جاتے ہوئے ٹھنگئی کے لوگوں کی ضرورت کا حصہ کیا وہیں پر ... اتارا نہیں جا سکتا، تو تحصیلدار نے کہا کہ یہ کام ممکن ہے لیکن ایسا ... سے وہ لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ گندم اتار لیتے ہیں یا گندم کی ... بوریاں واپس نہیں لوٹاتے اور کبھی کبھی تو گندم کو ناقص قرار دے کر ... لیتے ہیں انہی وجوہات کی بنا پر انہیں پھنڈر جا کر راشن لینا ... پڑتا ہے۔ میں نے انہیں بتایا کہ اگر دیہی تنظیم ان کاموں کی ذمہ داری قبول کرے تو کیا انتظامیہ ٹھنگئی اور پیوکش کے لوگوں کی ضرورت کے مطابق گندم ... پر تقسیم کرنے کا انتظام کرے گی۔ تحصیلدار نے اس سلسلہ میں مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ ٹھنگئی، پیوکش اور متوزح لشٹ کے لوگ بھی تحصیلدار سے ملے اور یہ یقین دہانی کرائی کہ وہ انتظامیہ کی خواہش کے مطابق راشن کی تقسیم کے تمام تر انتظامات کو سنبھالیں گے۔ تحصیلدار نے ان کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ وہ خود راشن کی گندم کے ساتھ آئیں گے اور ان لوگوں کا حصہ وہیں اتار کر تنظیموں کے نمائندوں کے حوالے کریں گے اس سلسلہ میں سرکاری ڈیلر بھی تنظیموں کے تعاون سے کام کرے گا اب اس فیصلہ سے آئندہ ان لوگوں کو گندم لینے کے لئے پھنڈر تک آنے جانے کی تکلیف سے چھٹکارا ملے گا۔ گندم کی قیمت اور خالی بوریاں تنظیم کی سطح پر جمع کر کے سرکار کے حوالہ کئے جائیں گے۔ اس فیصلہ سے گاؤں کے لوگ بے حد خوش ہوئے ہیں، وہ انتظامیہ کے کردار سے بھی مطمئن نظر آتے ہیں۔

شکریہ - سوشل آرگنائزر گوپس

شوشل آرگنائزر کی ڈائری سے اقتباس

۲۸، اپریل ۱۹۸۶ء: ہم پھنڈر سے روانہ ہو کر تھنگئی پہنچے، آج ہی ہمیں معلوم ہوا کہ شمرن اور ٹینگل کے درمیان سڑک برفانی تودے کی نذر ہو گئی تھی، جسے سڑک کے قلیوں اور پھنڈر سے آنے والے مسافروں نے صاف کیا۔ تھنگئی کے منیجر نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے کوہل کو آبادی کے قابل زمین تک پہنچا دیا ہے، اس لئے اس زمین کی پیمائش وغیرہ کا کام کیا جانا چاہیئے، ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ انجینئر عبداللہ جان اور سلیم ہل اور رحیم آباد جا کر اپنا کام کریں گے، عبداللہ جان اس رقبہ کی پیمائش کرے اور سلیم ان تنظیموں کا حساب کتاب دیکھ لے سید اور میر غیاث انجینئر کو ساتھ لے کر میں خود تھنگئی داس کی پیمائش کرنے اور تنظیم سے تفصیلی گفتگو کرنے کے لئے وہیں ٹھہرا۔

تھنگئی داس گاؤں سے ایک ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے وہاں تک سخت ڈھلوان پگڈنڈی ہی جاتی ہے، بہر حال پونے دو گھنٹہ بعد میں تنظیم کے دیگر پانچ ممبروں کے ہمراہ اس داس میں پہنچے پیمائش وغیرہ کا کام کیا، باقی داس کی پیمائش اس وقت کی جائے گی جب اس تک پانی پہنچایا جائے گا۔ شام کو گاؤں واپس پہنچے، وہاں پر تنظیم کے سبھی ممبر ہمارا انتظار کر رہے تھے، ہاں میں یہ بات بتاتا چلوں کہ داس میں تنظیم کے کچھ ممبروں نے اس سال نئی زمین پر گندم کاشت کی ہے، یہ کام انفرادی طور سے کیا گیا ہے، میں نے ممبروں سے کہا کہ آئندہ وہ کام اجتماعی طور سے کریں گے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اجتماعی کام کے فوائد کی تفصیلات سے آگاہ بھی کیا۔

تھنگئی داس کا نقشہ تیار ہونے کے بعد پانچ سالہ آبادکاری کا منصوبہ تیار کیا جائے گا۔ ممبروں سے گفت وشنید کے دوران معلوم ہوا کہ وہ اے کے آر ایس پی کے فراہم کردہ اصولوں پر عمل کرنے پر تیار ہیں ان کا ماہر مال باقاعدہ کام کرتا ہے اور تمام ممبر اس سے تعاون کرتے ہیں مویشیوں کے لئے بہتر خوراک کی تیاری کا پروگرام اس تنظیم نے بنایا ہے اس مقصد کے لئے بھوسہ الگ کیا گیا ہے تاکہ ادارہ کا ماہر خوراک کو بہتر بنانے کا جدید طریقہ انہیں آکر سمجھا دے مئی کے مہینہ میں تھنگئی تنظیم کے ساتھ مل کر ۵ سالہ پروگرام کو آخری شکل دی جائے گی، یہ تنظیم پھنڈر جعفر آباد کے بعد دوسری بہترین تنظیم ثابت ہو سکتی ہے اس تنظیم نے اب تک -/۲۳۱۰۰ روپے کی بچت جمع کی ہے اس کے ممبروں نے انفرادی طور پر اس سال ۴۰ کنال زمین آباد کی ہے، آبادکاری کے اجتماعی طور پر کام کے لئے تمام ممبر تیار ہیں۔

تھنگئی کے باشندے اب سے کوئی تین سو سال پہلے ٹیرو سے آکر یہاں آباد ہوئے اور اپنی مدد آپ کے تحت دو کوہل تعمیر کئے۔ انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو یہاں بسایا اور خود ٹیرو چلے گئے۔ اس ایک شخص کی اولاد سے آج وہاں ۲۲ گھرانے بن گئے ہیں ان لوگوں کے مقاصد میں ہم آہنگی اس لئے بھی ہے کہ وہ سب ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔ انہیں جس چیز کو کرنے کے لئے تاکید کی جاتی ہے، اس پر وہ مثبت عمل کرتے ہیں۔

گوپس کے تحصیلدار کریم بھی ہمارے ساتھ دورہ کر رہے ہیں وہ انتظامی معاملات کو نمٹاتے جاتے ہیں۔ آج ایک خوش آئند بات یہ بھی ہوئی کہ تھنگئی اور بیوکش کے لوگوں کو گندم کا راشن نہیں ملا تھا۔ گندم کی تقسیم کار کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے راشن کے گندم کو پھنڈر ڈپو پہنچایا جاتا ہے جہاں سے تھنگئی اور بیوکش کے لوگ اپنا راشن لیتے ہیں، یہ کام نہایت تکلیف دہ تھا، لوگ راشن کی تقسیم کے اس طریق کار سے تنگ تھے، میں نے تحصیلدار

(باقی صہ ۴۵ پر)

محمد امین ضیا

چند شگون اور توہمات

- کھانا کھاتے وقت اگر لقمہ حلق میں اٹک جائے تو کہا جاتا ہے کہ کسی گمشدہ دوست یا رشتہ دار نے یاد کیا ہے۔
- کسی عورت کی ٹھوڑی کھجلے اور وہ دائیں ہاتھ سے کھجلے تو ہمسائیگی میں کسی خاتون کا بچہ ہوگا۔ اگر بائیں ہاتھ سے ٹھوڑی کھجلے تو بیٹی ہوگی۔
- کوئی بچہ گھر میں لاٹھی ٹیکنے لگے تو کہتے ہیں کہ کسی بزرگ مہمان کی آمد ہوگی۔
- گھر میں بچہ یا بچی جھاڑو دینے لگے تو سمجھتے ہیں کہ گھر میں مہمان کی آمد ہوگی۔
- بایاں کان بجے تو بری اور دایاں کان بجے تو اچھی خبر سننے کو ملے گی۔
- دودھ گر جانے تو اسے اچھا شگون قرار دیا جاتا ہے۔
- کھانا کھاتے وقت ہونٹ یا زبان اگر دانتوں تلے آجائے تو کہتے ہیں کہ رزق حلال میں حرام کی آمیزش ہے۔
- بھیڑ بکریوں کا ریوڑ صبح باڑے سے نکلتے وقت قطار میں نکلے تو دن خیریت سے گزرے۔ اگر ریوڑ باڑے سے نکلتے ہی دو حصوں میں تقسیم ہو تو اس دن بکریاں کھو جائیں گی۔
- بلی اپنے پنجوں سے منہ صاف کرنے لگے تو بارش ہونے کی امید ہے
- بستر پر گھاس پھوس کا ٹکڑا ٹھہرا رہے تو کہیں سے کوئی تحفہ ملتا ہے۔
- دائیں آنکھ پھڑکے تو خوش خبری اور بائیں پھڑکے تو کوئی بری خبر سننے کو ملے گی۔
- اگر آپ کے کانوں کی لویں گرم محسوس ہوں تو جان لیجئے کہ کہیں نہ کہیں آپ کی غیبت ہو رہی ہے۔
- پاؤں کا تلا کھجلے تو سفر درپیش ہو۔
- کتا لمبا بھونکنے لگے تو آبادی میں بھیڑیے در آئیں گے۔
- آگ اگر بولے تو میاں بیوی میں جھگڑا ہو۔ اس لئے آگ پر تین چٹکی آٹا چھڑکنے سے بلا دور ہوگی۔
- دایاں ہاتھ کھجلے تو کہیں سے کوئی رقم ملے، بایاں کھجلے تو کام درپیش ہو
- ہچکی بندھے تو اسے صحت مندی کی علامت تصور کیا جاتا ہے
- چولہے میں گڑے ہوئے پتھر پر چاقو یا چھری تیز کرنے سے گھر کے مویشیوں میں سے کوئی ذبح ہوگی۔
- جوتا الٹا پڑا رہے تو پہننے والے پر مصیبت آئے گی۔ اس لئے جوتے کو سیدھا رکھنا چاہیئے۔
- شلوار کا پائنچہ یا قمیض کا دامن دوہرا ہو تو نئے کپڑے ملیں گے۔
- مرغی اذان دے تو نحوست آئے گی۔ اس لئے مرغی کو فوراً ذبح کرنے سے ردّ بلا ہوگی
- چولہے میں پانی گرے تو غربت آتی ہے اس پر تین چٹکی آٹا چھڑکنے سے غربت دور ہوتی ہے۔
- پرندے دانہ کی تلاش میں گھراٹ کے دروازے پر جمع ہوں تو اس جگہ اناج کا قحط پڑے۔
- گرم دودھ پر پھونک مار کر پینے سے گھر میں دودھ کی کمی ہوتی ہے۔

(باقی ص ۹۴ پر)

صلاح الدین - آئی - ایس او چترال

مستوج اور تورکھو
ایک جائزہ

مستوج کے مشرق میں گلگت، مغرب میں تورکھو اور ملکھو، جنوب میں چترال اور شمال میں واخان اور افغانستان واقع ہیں۔ آیئے آج ہم اس علاقہ کی سیاسی، جغرافیائی، معاشی اور تہذیبی حالات کا سرسری جائزہ لیں

سیاسی حالت: مستوج میں رضا قوم کی اکثریت ہے اس لئے قدیم زمانہ سے یہی قوم مستوج پر حکمرانی کرتی چلی آئی ہے۔ رضا قوم کے مقابلے میں ایک اور قوم "زوندرے" سر اٹھاتی رہی ہے۔ "زوندرے" رضا قوم کے مقابلے میں زیادہ متحد اور قوم پرست لوگ ہیں۔ رضا قبیلہ کا پیش رو رضا خان چونکہ مہتر چترال کے خاندان سے تھا اس لئے اس قبیلہ کے لوگ اعلیٰ عہدوں اور جاگیروں کے مالک ہیں۔ چترالی ضرب المثل کے مطابق مستوج پہ رضا قبیلہ اور دریا کی حکمرانی ہے۔ رضاؤں کی حکمرانی ۱۹۴۷ء کے بعد عملاً ختم ہوئی ہے لیکن دریا کی حکومت تاحال جاری ہے اس جگہ دریا اس قدر بے لگام ہے کہ ہر سال موسم گرما میں بے تحاشا آباد زمینوں کو بہا لے جاتا ہے۔ اس منہ زور دریا کے منہ میں لگام دینا کوئی آسان بات نہیں کئی قطعات اراضی دریا برد ہو چکے ہیں اور بقیہ پر رضا قبیلہ کی ملکیت ہے رضا اور زوندرے کے ساتھ ایران سے آئے ہوئے سید بھی یہاں آباد ہیں جو قدیم زمانہ سے اسماعیلی فرقہ کی مذہبی پیشوائی کا فریضہ نبھاتے رہے ہیں۔ ان تین ذاتوں کے علاوہ مستوج میں مزارع بھی بستے ہیں جو لوگوں کی زمینیں بٹائی پہ کاشت کرکے گذر اوقات کر لیتے تھے۔ وہ جاگیرداروں کے ہاں ملازمت کرکے ان سے زمین لے لیتے لیکن اراضی پہ اختیار مالک ہی کا ہوتا تھا۔ جاگیردار کو حق حاصل تھا کہ وہ جب بھی چاہے مزارع کو بے دخل کرے ۱۹۷۲ء کے بعد اس علاقہ کی کایا پلٹ گئی اور لوگوں کے لئے ملازمتوں کے دروازے کھل گئے۔ یہاں کے اکثر لوگ عرب ممالک میں مختلف کام کرکے ملک کے لئے زرمبادلہ اور اپنے عیال کے لئے نان نفقہ کماتے ہیں۔

قدیم راجوں مہاراجوں کی طرح چترال کے راجے بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ عوام پڑھ لکھ کر ان کے تخت و تاج کے لئے خطرہ ثابت ہوں۔ اس لئے انہوں نے عوام کو ارادتاً ان پڑھ رکھا۔ سکول اور مکتب کی سہولتوں سے محروم لوگ علم کیسے حاصل کر سکتے تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد چترال میں تعلیم عام کر دی گئی جبکہ جگہ جگہ سکول کھولے گئے سڑکیں اور ہسپتال بنے لوگوں کو حصول تعلیم اور تلاش معاش کے لئے باہر کی کھلی دنیا دیکھنا نصیب ہوئی۔ رفتہ رفتہ ان میں شعور پیدا ہوا کہ وہ اپنے نفع و نقصان کو پہچانیں۔

یہاں کے لوگ بے حد مہمان نواز اور ملنسار ہیں چھوٹے بڑوں کا برابر احترام کرتے ہیں۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی اور چوری جیسی معاشرتی برائیوں سے پاک ماحول میں آپ کو ایک بھی بھکاری، فقیر یا اپاہج نظر نہیں آئے گا۔ یہ درست ہے کہ لوگ بے حد غریب ہیں لیکن چترالی روایات میں بھیک مانگنا ایک قبیح اور ذلیل حرکت تصور ہوتی ہے اس لئے پورے چترال میں کوئی بھکاری سرعام کسی سیاح یا دوکاندار کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہوا نظر نہیں آتا۔

تورکھو۔ چترال خاص سے ۷۰ میل دور رقم کا آبائی گاؤں تورکھو ہے اس کی کل آبادی ۲۰ ہزار نفوس پر مشتمل ہے تحصیل کا دارالخلافہ شاگرام ہے دیگر مواضعات میں استارو، ورکوپ، رائین شاگرام، ٹرپ، شوتخار، واشچ، زوندنگ لشٹ، رابت، اجنو، اپچ اور ضلع چترال کا سب سے بڑا گاؤں کھوت شامل ہے۔

۱۹۴۷ء سے پہلے تورکہو کا حاکم مہتر چترال کا بیٹا ہوا کرتا تھا جو چند مقامی وزراء کی مدد سے کام چلاتا تھا۔ مگر یہ دراصل مقامی وزراء کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی کی حیثیت رکھتا ہے۔ حاکموں اور وزیروں کی ملی بھگت سے لوگوں کو زیور تعلیم سے محروم رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی تھی۔ پھر بھی چند سرپھرے فرار ہو کر ہندوستان جا پہنچے اور دینی تعلیم پا کر واپس گھر لوٹ آئے ایسے علماء آج بھی زندہ ہیں مجموعی طور پر تورکہو کے لوگوں کو سازشی اور ہوشیار گردانا جاتا ہے جو شہزادہ تورکہو کا گورنر ہوتا تھا وہ اکثر چترال کے تخت پر رونق افروز ہوتا رہا ہے۔ تحصیل تورکہو کے عوام نے کئی بار حکومت کے ذمہ دار اعلیٰ عہدیداروں سے جھگڑے بھی مول لئے ہیں اس لئے آج حکام محتاط رویہ اور نرم پالیسی اختیار کرتے ہیں تاکہ پھر کوئی ناپسندیدہ واقعہ پیش نہ آئے وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ تحصیل تورکہو میں قوم پرستی کا پرانا رواج اب تک جاری ہے خاندان اور برادری کی بڑائی اور نیک ناموں کے لئے وہ ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔

ایوب خاں (مرحوم) کے دور میں بنیادی جمہوریتوں کے سسٹم کے تحت کافی ترقیاتی کام یہاں مکمل ہوئے ہیں لوگ مختلف قبیلوں کے ہیں اس لئے ان میں اتفاق اتحاد کی کمی ہے۔ تحصیل تورکہو میں پیپلز پارٹی اکثریت میں ہے اور دوسرے درجہ پر جماعت اسلامی ہے۔

مجموعی طور پر تحصیل تورکہو میں تین ہائی سکول اور ۵ مڈل سکول ہیں۔ تعلیم نسواں کے شعبہ میں ضلع چترال میں یہ تحصیل سب سے پیچھے ہے لڑکیوں کے لئے نہ مڈل سکول ہے اور نہ ہی کوئی بڑا ہسپتال صرف چند ڈسپنسریاں ہیں جو کافی نہیں ہیں سڑکیں تنگ اور دشوار گزار ہیں پھلوں کی بہتات ہے لیکن سڑک کی ناگفتہ حالت مارکٹنگ کی راہ میں رکاوٹ ہے چونکہ اس تحصیل کے بے شمار لوگ غیر ممالک میں ملازمت کرتے ہیں اس لئے پورے چترال میں ٹریفک مربوط ہے تو اسی تحصیل میں۔

آیئے آپ کو آخر میں اس کے حدود اربعہ کے بارے میں بتائیں۔ تحصیل تورکہو کے مشرق میں مستوج مغرب میں تریچ شمال میں واخان اور جنوب میں بونی اور موڑکہو واقع ہیں جنوب کی طرف چند درے کابل کی طرف کھلتے ہیں لیکن آمدورفت نہیں ہے۔ مشرق کی جانب دو درّے کھوت اور اشپیر دو مستوج کی طرف نکلتے ہیں وادی زیورہ میں گرم پانی کا چشمہ اور چترال کی مشہور چراگاہ شاہ جنالی اسی تحصیل میں ہے۔

بقیہ: چند شگون اور توہمات

- چراغ کو پھونک مار کر بجھانے سے گھر میں نحوست پھیل جاتی ہے
- سر یا داڑھی منڈھوا کر بالوں کو غلاظت میں پھینکنے سے سر یا چہرے پر دانے، پھوڑے اور پھنسیاں نکل آتی ہیں۔
- آشوب چشم، گومڑ یا پھوڑے پھنسیوں میں مبتلا شخص اگر یہ قسم کرے کہ وہ آئندہ کسی بھی جانور کا پھیپھڑا کھانے سے پرہیز کرے گا تو مرض ٹھیک ہو جاتا ہے۔ وعدہ خلافی کرنے کی صورت میں مرض پھر لگ جاتا ہے۔
- پیٹھ پر لدا ہوا لکڑیوں کا بوجھ آواز دینے لگے تو سمجھتے ہیں کہ گھر میں گوشت پکا ہوگا۔
- شش ماہہ یا ایک سال کا بچہ آپ کی ہتھیلی اپنے ہاتھ سے تھپتھپائے تو مراد پوری ہو۔
- اچھے بچے جلدی سو جاتے ہیں۔ بُرے بچے دیر تک جاگتے رہتے ہیں
- چولہے میں کوئی انگارہ کھڑا نظر آئے تو گھر میں مہمان آئیں گے
- رات کے وقت چرواہے سانپ کا ذکر کریں تو صبح بکریاں دودھ کم دیتی ہیں۔

فیض شاہ
ایس۔ او۔ گوجال

محمّد صراط

صدر دیہی تنظیم خیبر

محمد صراط ایک متوازن شخصیت اور قائدانہ خوبیوں کے مالک کا نام ہے جو کافی عرصے سے خیبر میں سماجی بہبود کے کاموں میں حِصّہ لیتا رہا ہے۔ وہ اپنے گاؤں کے کثیر سماجی مسئلوں کو محدود وسائل کے اندر حل کرنے میں مشہور ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال خیبر میں ڈائمنڈ جوبلی مڈل سکول کی تعمیر ہے۔ اس سکول کے نو کمروں پر مشتمل عمارت کو محمد صراط کی سرکردگی میں اپنی مدد آپ کے تحت خیبر کے لوگوں نے تعمیر کیا۔ دورانِ تعمیر محمد صراط اس انہماک سے کام میں مصروف رہے کہ انہیں اپنی ایک آنکھ بھی آنے والی نسلوں کو تعلیم کی روشنی دینے کے لئے قربان کرنی پڑی۔

۱۹۸۳ء میں اے کے آر ایس پی کے قیام کے ساتھ ہی خیبر میں بھی ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا اور متعلقہ طور پر گاؤں والوں نے محمد صراط کو اپنا مشیر چُن لیا۔ تنظیم نے اپنی اشد ضروری سکیم کے طور پر پوری جنگل کوہل کی نشان دہی کی تھی۔ کوہل پر کام کے دوران ممبروں میں نا اتفاقی پیدا ہوئی اور کام کی رفتار سُست پڑ گئی تو تنظیم کے باشعور ممبروں نے سوچا کہ اے کے آر ایس پی کا اپنا ایک طریق کار ہے اس طریقے کے ساتھ تنظیم کو ہم آہنگ کرکے آگے بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی باصلاحیت فرد تنظیم کا قائد مقرر ہو۔ اس سوچ کے پیشِ نظر انہوں نے محمد صراط کو صدر چن لیا جنہوں نے عہدہ سنبھالتے ہی تنظیم کو ایسی مہمیز دی کہ سارے ممبر انہیں داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔ اب تنظیم کے ممبر باقاعدہ ہفتہ وار میٹنگوں میں حاضری دے کر بچت میں اضافہ کرتے گئے اور ساتھ ساتھ نامکمل کوہل کے کام کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ ماہر مال پہلے کی نسبت زیادہ فعالیت سے کام کرنے لگا اور ہر ممبر اس کے ساتھ تعاون کرتا رہا۔ تنظیم نے ادارہ سے کھاد کا قرضہ بھی لیا اس کے ساتھ ساتھ تنظیم نے ایک پنجسالہ منصوبے کے تحت ۱۹۸۵ء میں دس ہزار غیر پھلدار اور ۲۵۰ پھلدار درخت لگائے ایک کنال زمین پر پھلدار درختوں کی نرسری قائم کی اور اس میں بیج بوئے ۱۹۸۶ء میں ۳۶۰۰ پھلدار اور ۳۰۰ غیر پھلدار پودے نصب کئے ۲۶ کنال اراضی پر رشکہ کاشت کیا۔ ۶۴۰۰ پودوں کی نرسری بنائی ادارہ کی مدد سے مختلف قسم کے چاروں، سبزیوں اور گھاس کے بیج بوئے۔ یہ سارے کام تنظیم نے ادارہ سے آبادکاری کے لئے ایک لاکھ دس ہزار روپے کا قرضہ حاصل کرکے کئے۔ اگلے تین برس میں وہ ۱۰۸ کنال زمین کو آباد کرکے ۲۰۰۰ پھلدار اور ۵۰۰۰ غیر پھلدار درخت لگائیں گے۔ ۱۱۰۰ کنال زمین پر رشکہ، ۲۷ کنال پر مکئی، ۲۰ کنال پر آلو اور ۲۷ کنال پر دال ماش کاشت کریں گے۔

۱۹۸۵ء کے دوران سنیین گندم کے آزمائشی پلاٹ کی کامیابی کے پیشِ نظر ادارہ نے خیبر تنظیم کو بیج پیدا کرنے کے لئے ایک معاہدہ کے تحت ۳۷۶ کلوگرام گندم فراہم کی ہے۔

نقصانات کی روک تھام: ماہر مال نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک گاؤں کے ۱۳۳۸ جانوروں کو بیماریوں سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے ہیں۔ ممبروں نے ادویّہ کی قیمت اور ماہر مال کی خدمت کا باقاعدہ معاوضہ ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ مرغبانی کی ایک ماہرہ نے ۴۰۰ مرغیوں کو رانی کھیت کے خلاف ٹیکے لگا دیتے ہیں۔

ماہر فصلات و باغات: تنظیم کے ماہر فصلات کو ۱۹۸۵ء میں ادارہ کے تربیتی مرکز سے ترغیب دی گئی تھی۔

جس نے گذشتہ سال ۲۶۲ سیب کے درختوں اور ۳۳۵ دوسرے پھل دار درختوں پر لیف مائنر اور کاڈلنگ ماتھ کی بیماریوں سے بچاؤ کے لئے سپرے کیا ہے۔

مارکیٹنگ ماہر: تنظیم کی اجتماعی مارکیٹنگ کے عمل کو مارکیٹنگ ماہر کی ذمہ داری میں دیا گیا ہے جسے مارکیٹنگ کی عملی و نظری تربیت اے کے آر ایس پی کے تربیتی مرکز کے علاوہ پنجاب اور سرحد کی مختلف منڈیوں میں دی گئی ہے

خواتین پروگرام: ۱۹۸۶ء کے موسم بہار تک مردوں اور عورتوں کی تنظیمیں الگ الگ تھیں لیکن ادارے نے ایک نئی پالیسی کے تحت جب ان تنظیموں کو ایک ہی تنظیم میں ڈھلنے کی ترغیب دی تو خیبر تنظیم وہ پہلی تنظیم تھی جس نے مردوں اور عورتوں کی الگ الگ تنظیموں کی جگہ گاؤں میں ایک ہی تنظیم قائم ہے آج خیبر تنظیم کے ممبروں کی اکثریت خواتین پر مشتمل ہے۔ اس تنظیم میں ۳۳ خواتین اور ۱۰ مرد ممبر شامل ہیں جن کی اجتماعی بچت ایک لاکھ تیرہ ہزار روپے ہے،

مئی ۱۹۸۹ء میں خواتین کے لئے نرسری کا ایک منصوبہ دیا گیا۔ جس کے لئے تنظیم نے ایک ممبر سے دس سال کے لئے ۴ کنال زمین سالانہ [illegible] روپے معاوضہ کے حساب سے لی ہے۔ خواتین فارم سے حاصل ہونے والی گندم اور جو کی شکل میں ادا کریں گی۔ اس رقبہ پر خواتین پھلدار اور غیر پھلدار پودوں کی نرسری لگائیں گی جس میں سے چھ مرلہ پر اسی سال سیب کے بیج اور قلمیں لگائی جا چکی ہیں۔ بقیہ زمین پر آلو کاشت کئے گئے ہیں۔ نرسری میں کام کاج کے لئے پانچ پانچ خواتین ممبروں کی ٹولیاں بنائی گئی ہیں جو باری باری نرسری میں کام کرتی ہیں۔ ان کا پروگرام ہے کہ وہ آلو کی ساری پیداوار فروخت کریں گی۔ اگلے برس یعنی ۱۹۸۷ء میں اے کے آر ایس پی سے قرضہ لے کر نرسری کی چار دیواری تعمیر کرائی جائے گی تو زیادہ سے زیادہ پودے اگانے کی مہم تیز تر کی جائے گی۔

زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور بڑھتی ہوئی روزمرہ کی ضروریات کے پیش نظر محمد صراط نے تنظیم کے ممبروں کی متفقہ رائے سے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب تک ۱۰۸ کنال زمین پوری طرح آباد نہیں ہوگی اسے ممبروں میں تقسیم نہیں کریں گے وہ آج اس زمین کی آبادکاری کے کام میں اجتماعی طور سے مصروف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر وقت ساتھ دے تو وہ اس نئی اراضی کو تنظیم کے ایک اجتماعی فارم کی حیثیت سے بھی رکھا جا سکتا ہے جس کے فائدے اور نقصان میں ہر ممبر برابر کا شریک ہوگا۔ اس زمین کو آباد کرنے کے لئے تین ممبر مقرر ہیں جنہیں اپریل سے ستمبر تک چھ مہینوں کا معاوضہ ۹۰۰/- روپے دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قدرتی آفات سے کوہل خراب ہو جائے تو تمام ممبر کام پر حاضر ہو جاتے ہیں۔ کوہل کی حفاظت، شجر کاری کی نگہداشت اور دیگر چھوٹے موٹے معاملوں کو اس اراضی پر مقرر ممبر ہی سنبھال لیتے ہیں۔

غرض محمد صراط کی ولولہ انگیز قیادت میں خیبر تنظیم تیزی سے ترقی کی منزل کی جانب رواں دواں ہے۔ یہی رفتار برقرار رہے تو وہ دن دور نہیں جب خیبر کے لوگ خوشحالی اور خود انحصاری کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔ (انشاءاللہ)

تحریر: محمد یار خان
پروگرام ایگریکلچرسٹ

کاڈلنگ ماتھ

سیب کا کیڑا

کاڈلنگ ماتھ (codling moth) یعنی سیب کا کیڑا جاپان کے سوا ساری دنیا میں سیبوں کو نقصان پہنچاتا ہے یہی کیڑا آڑو، خوبانی اور بہی کے پھلوں کے لئے بھی ضرر رساں ہے اس کیڑے کو بروقت ختم نہ کیا جائے تو آگے چل کر یہ اور بھی زیادہ نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ سیب کے کیڑے کی پہلی نسل اپریل کے آخری ہفتے میں پروانوں کی صورت میں پھلوں کے قریب انڈے دیتی ہے۔ ان انڈوں سے سنڈیاں پیدا ہوتی ہیں جو مناسب جگہ تلاش کرکے پھلوں میں داخل ہوکر انہیں کھاتی ہوئی اندر ہی اندر تخم تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایسے پھل کمزور ہوکر گر جاتے ہیں۔ پروانوں کی دوسری کھیپ جولائی کے وسط میں انڈے دیتی ہے جن سے سنڈیاں نکلتی ہیں اور پھلوں کی بیرونی سطح پر جگہ جگہ سوراخ کرتی ہیں۔ اس کے بعد وہ پھل کے اندر گھس جاتی ہیں۔ اگست کے آخر تک یہی سنڈیاں باہر نکلتی ہیں اور درختوں کی چھال اور دو شاخوں کے درمیان سردیاں گذارنے کے لئے مضبوط جالا بنتی ہیں۔ اگلے برس اپریل میں یہ سنڈیاں پروانوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔

سیب کے پھل کو اس مضر کیڑے سے بچانے کا عمل آسان بھی ہے اور مشکل بھی۔ آسان اس طرح سے کہ اگر اس کی زندگی کے مختلف مدارج کا علم ہو جاتے تو موزوں ادویہ کے چھڑکاؤ سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ مشکل اس لئے کہ اگر یہ ایک بار پھل میں داخل ہو جائیں تو ہزار بار سپرے کرنے کے باوجود ان کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ اس کیڑے پر مؤثر طور پر قابو پانے کے لئے درج ذیل سفارشات کی جاتی ہیں۔

۱۔ درختوں کے تنوں پر بوریاں لپیٹنا:

سیب کے درخت کے تنے کو چھ یا آٹھ انچ چوڑے بوری کے ٹکڑوں سے لپیٹ کر رسی سے باندھنا چاہئیے۔ اس عمل سے سنڈیاں اپنے لئے چھپنے کی جگہ تلاش کرتی ہوئی بوری کے لپیٹوں میں جمع ہو جاتی ہیں۔ دس پندرہ دن بعد ان لپیٹوں کو کھول کر سنڈیوں کو تلف کیا جائے اور پھر بوری کے ٹکڑے تنے کے ساتھ لپیٹ دیئے جائیں۔

۲۔ باغ کی صفائی

گلے سڑے ہوئے پھل جو باغ میں پڑے رہتے ہیں ان سنڈیوں کے علاوہ دیگر کئی مضر کیڑے مکوڑوں کے لئے ایک عمدہ پناہ گاہ ثابت ہوتے ہیں۔ اس لئے تمام گلے سڑے پھلوں کو ایک جگہ جمع کرکے انہیں تلف کیا جائے۔ اس کے لئے انہیں آگ لگادی جائے تو بہتر ہے۔ اس کے علاوہ باغ میں موجود جڑی بوٹیوں اور گھاس پھوس کو بھی تلف کیا جائے۔

۳۔ کیمیاوی علاج

کاڈلنگ ماتھ پر قابو پانے کے لئے درخت پر سے پھول جھڑ جائیں تو کیلکس کا چھڑکاؤ کیا جائے۔ اس وقت چونکہ درخت

(باقی صفحہ ۵۴ پر)

محمد کتیس
سٹیلائٹ سوشل آرگنائزر
گلگت ء ا

برمس دیہی تنظیم (سعی)

جب معاشرے میں افلاس، غربت اور جہالت کا دور دورہ ہو تو ایمانداری، خوشی، سکون اور ایثار و ہمدردی کے جذبے پرائے ہو جاتے ہیں۔ جہالت کے اندھیرے ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ بنتے ہیں اور روز افزوں بڑھتی ہوئی آبادی معاشرے کی کمزور مالی حالت کو بد سے بدتر بنا دیتی ہے ان خرابیوں سے نمٹنے کے لئے دیانتداری سے کوشش کی جائے تو ترقی ہو جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کوشش اجتماعی طور سے کی جائے۔ انفرادی جدوجہد سے ذاتی مفادات حاصل ہو سکتے ہیں لیکن اس سے معاشرے میں طبقاتی کشمکش کو بھی ہوا ملتی ہے اور ایک فلاحی معاشرے کا قیام ناممکن ہو جاتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ایک فلاحی معاشرہ اجتماعی جدوجہد ہی سے وجود میں آ سکتا ہے۔ لوگوں کے معیار زندگی کو بلند اور کسی حد تک ایک دوسرے کے ہم پلہ کرنے کا کام اجتماعی سوچ اور عمل پر منحصر ہے۔

قبائلی کشمکش ذات پات کی تفریق اور فرقہ واریت کے مناقشوں کے سبب اس علاقہ میں صدیوں سے انفرادی سوچ اور ذاتی مفادات کا حصول لوگوں کے پیش نظر رہا ہے۔ ذاتی برائی اور سوچ اور انفرادی مفادات کی جنگ و دو فساد اور دشمنی کا باعث بنی رہی ہے۔ رسٹی کا علاقہ بھی [illegible] کے باعث جہالت، غربت اور افلاس، قبائلی دشمنیوں اور کشت و خون کا میدان بنا ہوا تھا۔ حکومتی ادارے ترقیاتی منصوبوں کو [illegible] رہے لیکن عوامی سطح پر اجتماعی سوچ اور عمل کو اجاگر کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ جس کی وجہ سے معاشرتی رویوں کی سطح جوں کی توں [illegible] اے کے آر ایس پی کے قیام کے بعد ایک ہمہ گیر پروگرام دیہی سطح پر اجتماعی فکر و عمل کی ترویج کے لئے شروع ہوا تو اس خطہ کے باشعور اور بینا لوگوں نے محسوس کیا کہ حقیقی معنوں میں ترقی کی بنیادیں اب رکھی گئی ہیں اس ادارے کے کارکن رسٹی کے دورے پر آئے تو برمس ڈموٹ کے لوگوں نے ان کی تعمیری باتوں سے متاثر ہو کر ایک تنظیم کی بنیاد رکھی اور اے کے آر ایس پی کے ساتھ اشتراک اور تعاون کی شرطیں مان لیں برمس دیہی تنظیم نے اپنی شدید ضرورت کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے کوہل کی کشادگی کا منصوبہ پیش کیا اسی کوہل کی توسیع کے لئے ماضی میں برمس والوں نے حکومت کے دروازے کئی مرتبہ کھٹکھٹائے لیکن ہر بار انہیں مایوسی ہوئی تھی۔ وہ اپنے طور سے کوہل کے مشکل کام کو ہاتھ میں نہیں لے سکتے تھے کہ خطرناک اور سخت چٹانوں کو کاٹنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ وہ ہفتوں مہینوں تک کوہل کی تعمیر میں مصروف رہتے تو ان کے کنبے بھوک کیسے مٹا سکتے تھے جب کہ ہر کنبہ کے افراد محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتے ہیں بہرحال بظاہر یوں معلوم ہوتا تھا کہ برمس میں پانی کی قلت کا مسئلہ کبھی حل نہ ہوگا اور نہ ہی وسیع بنجر رقبہ کو آباد کرنے کا منصوبہ کامیابی سے ہمکنار ہوگا لیکن یہ سب کچھ ممکن ہوا۔ برمس دیہی تنظیم کو ادارے نے مالی امداد مہیا کی تاکہ وہ اپنے ہی کوہل پر کام کر کے روزگار کے ساتھ ساتھ اپنے دیرینہ خواب کو بھی شرمندہ تعبیر کر سکیں۔ تین ماہ کی مسلسل محنت سے ایک نیا اور وسیع کوہل آبادی کی ضرورت سے زیادہ پانی برمس کو مہیا کرنے لگا۔ ادارہ کے جنرل مینجر نے جب کوہل کا معائنہ کیا تو بے حد خوش ہوئے اور برمس تنظیم کے ممبروں کو خوب داد دی اس کوہل کی تعمیر سے موجودہ رقبہ کے علاوہ سات ہزار کنال اراضی زیر کاشت آئی ہے۔ ماضی میں برمس کے لوگ پانی کی " دراہ بندی" پر عمل پیرا تھے۔ انہیں اکثر تاریک راتیں کھیتوں کو سیراب کرتے ہوئے

کاٹنی پڑتی تھیں۔ اب لوگ اس مصیبت سے چھٹکارا پا چکے ہیں۔

برس دیہی تنظیم کی بدولت لوگوں میں اجتماعی سوچ نے جنم لیا ہے ان کے گاؤں میں ادارہ سے تربیت یافتہ ماہر مال بیماریوں کے علاج اور حیوانات کے نقصان میں کمی کے کام میں دن رات مصروف ہے لوگ باقاعدہ ادویہ کی قیمت اور ماہر کا معاوضہ ادا کرتے ہیں۔

برس ڈموٹ میں کل ۷۰ گھرانے آباد ہیں جن کے پاس ۲۰ کنال آباد زمین اور ۴۰ کنال غیر آباد رقبہ فی گھرانہ موجود ہے۔ رکوہل کی توسیع سے فی گھرانہ ۶۰ کنال اراضی آباد ہوگی۔ دیہی تنظیم کے ممبروں نے اس سال غیر آباد رقبہ پر پھلدار اور جنگلی درخت لگائے ہیں۔ کچھ رقبہ پر رشکہ کاشت کیا گیا ہے اور ناہموار زمینوں کو گندم اور مکئی کی کاشت کے لئے ہموار اور نرم کیا جا رہا ہے۔

دیہی تنظیم کے عہدیداروں کا کہنا ہے کہ اس سال گندم اور مکئی کے فصلوں میں اضافہ ہوا ہے اور اس کی وجہ پانی کی وافر اور مسلسل ترسیل ہی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کوہل کی توسیع سے پہلے پانی کی "وارہ بندی"، لوگوں میں اختلاف اور کشت و خون پر منتج ہوتی تھی اب پانی وافر ملنے لگا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اخوت اور بھائی چارے کے جذبات پلنے لگے ہیں۔ یہ سب کچھ اجتماعی طور پر اپنے گاؤں کا انتظام سنبھالنے کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔ اجتماعی انتظام کے مفادات سے آگاہ دیہی تنظیم کے ممبر باقاعدہ ہفتہ وار میٹنگوں میں حاضر ہو کر اپنی بچت میں مسلسل اضافہ کرتے جا رہے ہیں اور ایک مستقل دیہی نظام کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ دیہی تنظیم برس کی کامیابی اور فعالیت روشن خیال اور مدبر مولوی محمد موسیٰ کے سر ہے جن کی کاوشوں ہی سے برس کے لوگوں میں اجتماعی شعور بیدار ہوا ہے اگلے چند برسوں میں یہ گاؤں نہ صرف خود کفیل ہوگا، بلکہ گاؤں کا انتظام اجتماعی طور پر گاؤں کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوگا اور اس مستقل نظام کے قیام کے بعد طبقاتی کشمکش سے آزاد معاشرہ ہی صحیح معنوں میں ایک فلاحی معاشرہ کہلانے کا مستحق ہوگا۔

بقیہ: کاڈلنگ ماتھ

کے پتے چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس لئے جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ تمام شاخوں اور ٹہنیوں پر آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے مئی کے مہینے میں سنڈیوں کی پہلی کھیپ کو ختم کرنے کی غرض سے درخت پر تین بار سپرے کرنا ضروری ہے۔ دوسری نسل کے پروانے جولائی میں جنم لیتے ہیں۔ انہیں ختم کرنے کے لئے جولائی کے آخری ہفتے میں ایک سپرے اور پھر پندرہ دنوں بعد دوسری بار سپرے کیا جائے۔

کاڈلنگ ماتھ کے خاتمے کے لئے مندرجہ ذیل ادویہ مؤثر ہیں۔

۱۔ میلاتھیان EC-57 ۔ ۱۶ تا ۲۰ اونس ۱۰۰ گیلن پانی میں ملائیں۔
۲۔ میتھائل پراتھیان ۱۲ تا ۱۶ اونس " " " "
۳۔ نکسیان ۱۲ ـ ۱۶ " " " "
۴۔ اینتھیو EC-40 ۱۴ ـ ۱۸ " " " "
۵۔ کیلکس EC-25 ۱۵ ـ ۱۶ " " " "
۶۔ زولون ۱۲ ـ ۱۶ " " " "

احتیاطی تدابیر:

سپرے کرتے وقت ان باتوں کا خیال رکھئے۔

۱۔ ہوا کی مخالف سمت سپرے نہ کریں۔
۲۔ ہاتھ یا جسم پر زہر آلود ادویہ لگ جائیں تو فوراً دھو ڈالیں
۳۔ سپرے کرنے کے بعد بارہ دنوں تک پھل پتے یا گھاس وغیرہ استعمال نہ کرائے جائیں۔
۴۔ ادویہ کی صحیح مقدار استعمال کی جائے۔

توّلد شاہ
محمد امین ضیاء

گوجرداس سے سلطان آباد تک

پچاس ساٹھ سال پہلے گوجرداس ایک بنجر بیابان تھا۔ جہاں اگی ہوئی کانٹے دار جھاڑیاں موضع دینیور کے لوگوں کی بھیڑ بکریوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی تھیں۔ دراصل بے آب میدان دینیور والوں کی شاملات میں سے تھا لیکن دافر انفرادی زمینوں کے مالک دینیور کے لوگ اسے آباد کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ گوجر قوم کے چرواہے چونکہ سرما کے دوران نلتر کی برفپوش زمین پر اپنے ریوڑوں کی خوراک کا انتظام نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ عموماً سردیوں کے موسم میں اپنے مال مویشیوں کو ہانک کر نسبتاً گرم نشیبی علاقوں تک لے آتے ہیں۔ گوجرداس کی وجہ تسمیہ سے ظاہر ہے کہ یہ رقبہ گوجروں کی سرمائی چراگاہ تھا۔ انہوں نے مویشیوں کی خوراک کے ساتھ ساتھ انسانی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے ۱۹۲۲ء میں اس بیابان کو آباد کرنے کے لئے ایک کوہل تعمیر کر کے میدانی جگہوں پر کاشتکاری شروع کی اسی دوران دینیور کے لوگ چوکنا ہوئے اور ۱۲ جوڑی بیلوں سے بیک وقت گوجروں کے کھیتوں میں دوبارہ بیج بو کر ہل چلایا۔ اس سے پہلے کہ معاملہ سنگین صورت اختیار کر لیتا۔ حکومت کے متعلقہ محکموں نے مداخلت کی اور تنازعہ کو چکاتے ہوئے گوجرداس کو ایک الگ موضع قرار دیا۔ اس فیصلہ کے بعد ۴۷ گوجر گھرانے جو مجموعی طور پر ۳۵۰ نفوس پر مشتمل تھے۔ وہیں پر دائمی طور پر سکونت پذیر ہوئے۔

۱۹۳۲ء کے بعد ہنزہ کے جفاکش لوگوں نے اونے پونے داموں گجرداس میں زمین خریدنی شروع کیں۔ چند ہی برسوں میں اس موضع کی آبادی اتنی بڑھ گئی کہ موجودہ کوہل کا پانی زمینوں کی سیرابی کے لئے ناکافی ہوا چونکہ ہنزہ سے آئے ہوئے آبادکار رفتہ رفتہ قابل کاشت اراضی کے رقبہ میں اضافہ کرتے چلے جا رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود ہی ایک نیا کوہل جاری کیا۔ اس کی شب و روز محنت سے مختصر سی مدت میں گوجرداس کا بیشتر بنجر رقبہ جھاڑیوں، پھلدار اور غیر پھلدار درختوں اور لہلہاتے کھیتوں میں تبدیل ہو گیا۔ ۱۹۶۱ء میں گوجرداس کا نام سلطان آباد رکھا گیا۔ جہاں آج بارہ ہزار کنال اراضی پر ۲۵۰ گھرانوں کے لگ بھگ ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں۔ ہنزہ کے آبادکاروں کی محنت کش نسل کی کاوشوں سے آج یہ موضع زرعی پیداوار اور پھلوں میں نہ صرف خود کفیل ہے بلکہ ایک بڑی تعداد میں زرعی اجناس سبزیاں پھل اور جلانے کی لکڑی گلگت شہر اور قریبی دیہاتوں کو مہیا کر رہا ہے۔

حالانکہ یہی وہ گاؤں ہے جہاں ۱۹۳۷ء میں ایک من گندم کاشت کی گئی تو صرف ۲۰ سیر پیداوار حاصل ہوئی تھی ایسا واقعہ شاذ و نادر ہی کہیں پیش آیا ہو۔ آج یہ بات قابل غور ہے کہ آخر وہ کون سے عوامل تھے جو سلطان آباد کی تیز رفتار ترقی کا باعث بنے اس سلسلے میں جو سب سے اہم نکات سامنے آتے ہیں وہ اتفاق اتحاد اور محنت ہیں آج بھی سلطان آباد کے معمر لوگ بتاتے ہیں کہ ان کے زمانے میں لوگوں کے درمیان حقیقی محبت اور پر خلوص روابط تھے۔ ان کی سوچوں اور جذبوں میں یگانگت اور انسانی رشتوں میں ایثار اور رواداری کا راج تھا۔ انسان دوستی کی انتہا یہ تھی کہ وہ دوسروں کے مفاد کو ہمیشہ اپنے مفادات پر فوقیت دیتے تھے۔ بناوٹ اور ظاہرداری کا نام و نشان تک موجود نہ تھا۔ رہی محنت تو وہ ان کی سرشت میں ایسی رچی بسی تھی کہ جس نے انہیں ہنزہ کو سحر آفریں وادی میں چین سے بیٹھنے نہ دیا تھا۔ جو انہیں ہر دم مشکلات سے دو دو ہاتھ ہونے کی ترغیب دیتی رہتی تھی۔ جبھی تو ان فرہادوں نے گذشتہ پانچ دہائیوں کے دوران ایک لق و دق بیابان کو دودھ کی نہر سے نہیں بلکہ پانی کے ایک کوہل کے ذریعے اتنا سرسبز و شاداب کیا ہے۔ جہاں انسانی

ضروریات کے ساتھ ساتھ مال مویشیوں کے لئے بھی وافر خوراک موجود ہے اور سلطان آباد کا ہر گھرانہ دودھ، دہی، مکھن، پھلوں اور سبزیوں کی فاضل پیداوار سے اچھی خاصی آمدنی پا رہا ہے۔ مقامی لوگوں کے کہنے کے مطابق سلطان آباد کی زمین پر جس قدر محنت کی گئی ہے اتنی شاید ہی کسی اور آبادی میں کی گئی ہو۔ ان کے بقول بچے بوڑھے مرد، عورتیں سبھی گوجرداس کے بے مروت پتھروں سے اتنی زور آزمائی کرتے رہے کہ ان کی محنت کے معیار کے مطابق خوراک کی نایابی کی وجہ سے وہ سوکھ کر کانٹا بن گئے تھے ان میں قناعت اور مستقبل کی تعمیر کا جذبہ اس قدر تھا کہ انہیں گندم کی روٹی صرف کسی تہوار یا عید کے دن نصیب ہوتی تھی ورنہ عموماً دال ماش، مونگ، سویابین اور آلو ابال کر بھوک مٹائی جاتی تھی سلطان آباد کے لوگوں کی غربت و نقاہت کا یہ عالم تھا کہ دوسرے گاؤں کے لوگ اپنی بیٹیوں کو سلطان آباد بیاہنے سے کتراتے تھے، دراصل اپنے ابتدائی ایام میں گوجرداس میں وسائل کی قلت اس حد تک تھی کہ بیلوں کی جوڑی کو ہانکنے کے لئے چھڑی تک دوسرے دیہات سے لانی پڑتی تھی ان حقائق کے اظہار کے بعد سلطان آباد کے ایک صاحب نے کہا کہ محنت آخر رنگ لاتی ہے، لگن مربوط اور جذبے سچے ہوں تو کامیابی خود بخود بڑھ کر انسان کے قدموں کو چھوتی ہے آج ہم اپنے باہمت آباؤ اجداد کی محنت کا پھل پا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ موجودہ نسل بھی لکیر کی فقیر بنی ہوئی ہے بلکہ ہر شعبہ زندگی میں جدت اور تبدیلی کے لئے ہمہ تن مصروف ہے۔ قریبی دیہاتوں کے علاوہ دور دور کے لوگ گندم اور مکئی کی ترقی دادہ بیجوں کو سلطان آباد سے حاصل کرتے ہیں، جہاں جدید خطوط پر قائم نرسریاں بے شمار پھلدار پودے ہر سال لوگوں کو مہیا کرتی ہیں کئی گھروں میں بائیوگیس کے پلانٹ نصب ہیں اپنی مدد آپ کے تحت بنا ہوا سلطان آباد بجلی گھر ۷۵ فیصد گھروں کو روشن کرتا ہے اور گھر گھر ٹیلیفون جیسی بنیادی سہولت موجود ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جہاں تمام انسانی ضروریات دستیاب ہوتی ہیں اور لوگ خود کفالت کی زندگی گذارتے ہیں وہاں زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی ہو جاتی ہے، اقتصادی لحاظ سے خوشحال سلطان آباد کی سماجی زندگی میں ایک انقلابی تبدیلی آئی ہے، آج وہ لوگ نہ صرف جدید زرعی اصولوں پر عمل پیرا ہیں بلکہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ ملکی تعمیر میں اہم ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے ہے، سلطان آباد اپنے قریبی مواضعات کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ، تعلیم یافتہ اور ترقی پسند ہے جہاں چار ڈاکٹر، ایک جج، چار ڈی ایس پی ایک ایس پی، ۲۰ گریجوایٹ اور ۴۰ معلم موجود ہیں۔ طلبہ و طالبات کی ایک کثیر تعداد ذوق و شوق سے حصول علم میں مصروف ہے اس کے ساتھ ساتھ سلطان آباد میں ماہر پیشہ وروں کی بھی کمی نہیں ہے بہترین ترکھان، راج اور کلینک ٹرانسپورٹر دکاندار ٹھیکیدار اور صنعتکار سبھی قسم کے ہنرمندوں کا مرکز سلطان آباد شمالی علاقوں کے دیگر دیہاتوں کے لئے ایک قابل رشک مثال بنا ہوا ہے۔

اے کے آر ایس پی کے قیام کے بعد سلطان آباد کے متحد لوگ تنظیم کی ڈوری میں اور زیادہ مضبوطی سے متحد اور ہم خیال بن گئے ہیں ان کی دیہی تنظیم کا بچت سرمایہ ۵۶ ہزار روپے ہے، یہ تنظیم ادارے کی ترقی یافتہ تنظیموں میں نمایاں مقام رکھتی ہے، سلطان آباد کے ماہرین فصلات و باغات اور مال مویشی باغات تربیت یافتہ ہیں، جو ہمہ تن اپنے کام میں مصروف ہیں اس کے علاوہ ایک خاتون کو امور مرغبان کی تربیت بھی دی گئی ہے، سلطان آباد دیہی تنظیم کا ہر ممبر ماہرین کے ساتھ ہر وقت تعاون کرتا ہے تمام درختوں پر ادویہ کا چھڑکاؤ اور تمام جانوروں کو حفاظتی ٹیکے لگانے کا پروگرام کامیابی سے چل رہا ہے آج ان لوگوں نے اپنے نقصانات کی تلافی کا ایک مستقل بندوبست کر رکھا ہے تنظیم کی پیش رفت کے پیش نظر ادارہ نے عمدہ قسم کی گندم کے بیج اگانے کے لئے سلطان آباد کو چنا ہے، مصنوعی نسل کشی کے پروگرام کے تحت کافی گائیوں کو حمل کے ٹیکے لگائے گئے ہیں اور لوگ مویشیوں کے لئے غذائیت سے پر خوراک کی تیاری کے جدید طریقے کو اپنائے ہوئے ہیں اس کے علاوہ سلطان آباد میں سبز چارہ ویچ کی کاشت کاری کامیابی سے کی گئی ہے، جہاں مالکان اپنے جانوروں کو سرما کے دوران بھی سبز چارہ کھلاتے ہیں، غرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلطان آباد کے لوگ جدید تقاضوں کو اپنانے میں بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔

محمد اقبال ایس او ہنزہ

محمد شاہ

قد آور، سرخ و سپید رنگت اور چوڑے چکلے سینے کا مالک محمد شاہ اپنے حلقہ احباب میں محمتی کے عرف سے مشہور ہے۔ جوان دنوں علی آباد کوہل کی تعمیر میں رات دن مصروف ہے۔ ۵۳۴۵۱ فٹ طویل اور خطرناک کوہل پر کام کے دوران تین انسانی جان اب تک ضائع ہو چکی ہیں لیکن محمتی کی بے خوف قیادت میں باحوصلہ لوگ ان جوانوں کی ناگہانی موت کے بعد اور زیادہ پُرعزم ہو کر خوبصورت ہنزہ میں ایک اور ہنزہ کی تعمیر میں مصروف ہیں۔ علی آباد کوہل کی تعمیر میں مرکزی ہنزہ کی چودہ تنظیمیں شریک ہیں۔ سابقہ میر ہنزہ کے دور میں اسی کوہل کا کام ایک ٹھیکیدار کو دیا گیا تھا لیکن کافی سرمایہ صرف کرنے کے باوجود وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ آج اسی کوہل پر سو فیصد کامیابی کے یقین کے ساتھ مرکزی ہنزہ کی تنظیموں کے ممبر محمد شاہ کی ولولہ انگیز اور انتھک قیادت میں کام کرتے ہیں۔ انہیں اپنے بچھڑے ہوئے ساتھیوں کی جدائی کا غم کالی سیاہ چٹانوں کا سینہ چاک کرنے کے لئے ہر صبح تیار کرتا ہے۔ دن بھر کدال اور بیلچے اٹھائے، بھوک اور تھکاوٹ کے فطری احساسات کو صبر و تحمل سے سہتے ہوئے ممبران کوہل کی راہ میں حائل رقیب چٹانوں کو تہس نہس کرنے پر تلے ہوئے ہیں تو محض مؤثر اور فعال قیادت کی وجہ سے۔

مجھے ایک دن محمد شاہ کی شخصیت کے ڈھکے چھپے کونے کھنگالنے کا خیال سوجھا تو موقع پاتے ہی ان کے ماضی کے بارے میں پوچھ بیٹھا۔ محمد شاہ نے گرد آلود آستین سے اپنا تر بتر ماتھا پونچھا اور ایک فتح مندانہ مسکراہٹ کے ساتھ گویا ہوا کہ یہ مشقت ان کے لئے کوئی ناگہانی یا نرالی چیز نہیں ہے بلکہ بچپن میں باپ کے سائے سے محروم ہوتے ہی ان کے کمزور کندھے مشقت و مزدوری سے آشنا ہو چکے ہیں اور یہ کہ انہوں نے اپنے کھیلنے کودنے کے دنوں کو زمینداری اور گھریلو کام کاج پر قربان کیا ہے جس کا کم از کم پھل اسے یہ ملا ہے کہ آج اس کے پاس ہنزہ کے شیریں پھلوں کا ایک خوبصورت باغ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وقت کے ساتھ ساتھ قدیم رہائشی مکانات بود و باش کے قابل نہ رہے تو انہوں نے گھر سے نکل کر محنت مزدوری کی۔ مسلسل کئی برس تک گلگت اور بلتستان میں سڑکوں اور پلوں کی تعمیر میں کام کیا اور آخر کار اتنی رقم کمالی کہ وہ ایک نیا مکان بنا سکے۔ اپنے کنبہ کی کفالت کرنے والا واحد وسیلہ ۴۲ سال کی عمر میں بھی بالکل جوان نظر آتا ہے تو اس کی واحد وجہ اس کی خود اعتمادی اور خدمت خلق سے حاصل ہونے والی خوشیاں ہی ہیں۔ محمد شاہ نے ہر وقت عوامی فلاح و بہبود کے کاموں کے لئے خود کو تیار رکھا ہوا ہے۔ وہ علی آباد کے رضاکاروں کے ساتھ مل کر دس سال سے کام کرتے رہے ہیں۔ گاؤں کے جرگہ میں ۱۵ برس سے شامل ہیں اور گذشتہ تین سال سے علی آباد کوہل کی تعمیر میں جُتے ہوئے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ جس جگہ کو خطرناک قرار دے کر دوسرے لوگ کام نہیں کر سکتے وہاں محمد شاہ خود جا کر مطلوبہ کام کر لیتا ہے۔ اس کی خود اعتمادی اور بے خوف قیادت پر لوگوں کو یقین ہے کہ وہ کوہل کو جاری کر کے ایک نادر مثال قائم کریں گے۔

محمد شاہ نے مجھے بتایا کہ چھوٹوں سے پیار کرنا اور بڑوں کی عزت کرنا اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ یہی وہ کمزوری ہی تو ہے جو چھوٹوں اور بڑوں پر برابر اثر انداز ہو کر سبھی کو اس کے حکم

(باقی صفحہ ۶۰ پر)

نور محمد سوشل آرگنائزر نگر

بروشل کا روشن ستارہ

یہ ایک اٹل تاریخی حقیقت ہے کہ قوموں کی قیادت اور رہنمائی کرنے والے وہ بے لوث، نڈر اور انسان دوست انسان ہی اپنی قوم کو کامیابی اور فتح مندی سے ہمکنار کرتے ہیں جنہیں اپنی ذات کو دوسروں کے لئے ایک عملی نمونہ بنانے کا فن آتا ہے۔ ایسے روشن ستارے ہر ملک و قوم میں نمودار ہوتے ہیں جن کی روشنی سے قوموں کے مقدّر پر چھائی ہوئی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ ان کا وجود نا ممکنات کو ممکنات میں بدلتا ہے اور خواب غفلت میں پڑے ہوئے تنوں میں عمل اور حرکت کی روح پھونک کر انہیں فعال و متنشد بنا دیتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے بے مثال انسان بڑے بڑے شہروں اور قصبوں ہی میں پیدا ہوں۔ دیکھنے کی نظر رکھنے والے افراد ایسی سحر انگیز شخصیت کے مالک انسانوں کو تنگ وادیوں، پسماندہ گاؤں اور غیر ترقی یافتہ معاشروں میں بھی پا لیتے ہیں۔ ایسی ہی ایک شخصیت بے حد دور افتادہ گاؤں بروشل ہوپر میں اپنے لوگوں کی خدمت پر حاجی ابراہیم کے نام مامور ہے۔

دیہی تنظیم بروشل نگر یونٹ کی ایک مثالی تنظیم ہے جس میں ہر وہ خوبی موجود ہے جو ایک فعّال اور کامیاب تنظیم میں ہونی چاہیئے اس تنظیم کی کامیابی کا سہرا حاجی ابراہیم کے سر بندھتا ہے۔ بروشل کے ۱۰۵ گھرانوں سے ۱۰۵ ممبروں نے اگست ۱۹۸۳ء میں تنظیم بنائی تھی ابتدا میں اے کے آر ایس پی کے بارے میں لوگوں کو زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن حاجی ابراہیم اس پروگرام کی افادیت اور دور رس اثرات سے آگاہ تھا۔ اس لئے انہوں نے حتّی المقدور کوشش کی کہ ایک ہی نسل اور خاندانی ورثے سے متعلق بروشل کے لوگ بلا ناغہ تنظیم کی میٹنگوں میں حاضر ہو کر اپنی بچت جمع کراتے رہیں۔ بعض اوقات کچھ ممبر اُن کی توقّعات کے مطابق بچت جمع کرانے نہیں آتے تو حاجی ابراہیم اپنی جیب سے بچت میں کچھ نہ کچھ رقم ڈالتے۔ یہ سلسلہ سُست روی سے ایک سال تک چلتا رہا۔ سال بعد ممبروں کو پروگرام کے مقاصد سے کچھ آگہی ہوئی اور وہ یہ جان گئے کہ حاجی ابراہیم کا خلوص اور ایثار درا صل انہی لوگوں کی ترقی کے لئے ہے۔ ابتدائی برس اس تنظیم کی کل بچت سات ہزار روپے تھی جس میں سے زیادہ تر رقم حاجی ابراہیم کی اپنی تھی۔ حاجی صاحب کی یہ تمنّا تھی کہ اس کے گاؤں والے پروگرام کی افادیّت کو کسی طور سمجھ کر آگے بڑھیں۔ اس لئے وہ تنظیم کی بچت میں اضافہ کرتے گئے۔ بالآخر ادارہ نے بروشل کوہل کی کشادگی کے منصوبے کے لئے (-/۱۹۱۰۰۰) ایک لاکھ اکیانوے ہزار روپے کا عطیہ فراہم کیا۔ ممبروں نے بڑی جوانمردی دکھائی اور تمام مشکل مرحلوں کو کامیابی سے طے کیا۔ کوہل کے کام کو اپنے ہاتھوں کرنے سے ایک خوبی یہ بھی ملی کہ وہ تنگ دست لوگ جو کسی طور بچت میں حصّہ نہیں لے سکتے تھے، اب بڑھ چڑھ کر بچت میں شریک ہوئے۔ تنظیم کے ممبروں نے حاجی ابراہیم کی جیب سے جمع کرائی ہوئی رقم انہیں لوٹا دی۔ حاجی صاحب کی ایمانداری رنگ لائی اور تنظیم کا ہر ممبر حاجی صاحب کے نقش قدم پر چلنے لگا۔ حقیقت یہ ہے کہ حاجی صاحب جیسے فعال کارکن کسی بھی تنظیم میں موجود ہوں تو کامیابی لازماً ان کا مقدر ہوتی ہے۔

محمد سرتاج خان سوشل آرگنائزر

پوستیکی گاؤں شاہراہ ترقی پر

چترال کے لوگ قدرتی طور پر دوسرے علاقوں کے مقابلے میں زیادہ منظم ہیں، اس کی ایک وجہ اس وادی کے مخصوص جغرافیائی حالات بھی ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہاں کے لوگ دیہی امور میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹانے کے بھی عادی ہیں، تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے لئے ان کو ترغیب و تعلیم دی جائے۔ چترال ایک ایسا خطہ ہے جہاں انفرادی طور پر کامیاب زندگی گزارنے کی کوشش شاذ ہی کامیاب ہو سکتی ہے۔ وسائل کی نایابی اور مسائل کی فراوانی یہاں کا وہ مسئلہ ہے جس سے ہر کوئی دوچار ہے۔ وسائل کی اس کمی اور مسائل کے انبار کو صرف اور صرف اجتماعی طور پر متحد ہو کر ہی ختم کیا جا سکتا ہے۔ آغا خان رورل سپورٹ پروگرام جن بنیادی باتوں کو راہنما اصول کے طور پر پیش کرتا ہے ان میں سے ایک عمل یہ بھی ہے کہ گاؤں کے لوگ منظم ہوں۔

پوستیکی گاؤں کے لوگوں نے اپنی تنظیم کی بنیاد جنوری ۱۹۸۵ء کو ڈالی۔ اس گاؤں میں ۳۴ گھرانے ہیں اور ممبروں کی تعداد ستاون ہے۔ دیہی تنظیم کے صدر کا نام بنشگلا خان اور مینجر کا نام سید کریم شاہ ہے۔ اس تنظیم کی بچت ۹۸۴۲ روپے ہے۔ گاؤں کا اہم مسئلہ سڑک کی تعمیر کا تھا جس کی لمبائی ساڑھے چھ ہزار فٹ ہے۔ گاؤں کے لوگ اس سڑک کی تعمیر میں بہت سنجیدہ تھے اس لئے انہوں نے دل لگا کر تندہی سے کام کیا اور سڑک مکمل ہوگئی۔

حال ہی میں جب میں پوستیکی گاؤں کے دورے پر گیا تو مجھے گاؤں کے لوگوں کو فرط مسرت سے مغلوب دیکھ کر حیرت ہوئی وہ اپنی خوشی کے اظہار کے طور پر ہوائی فائرنگ کر رہے تھے۔ میں متحیر تھا اور اس سوچ میں تھا کہ چترال بڑا پرامن علاقہ ہے یہاں گولی کی یہ آواز کیسے آ رہی ہے جب میں نے تنظیم کے مینجر سے پوچھا کہ بھئی کیا بات ہے یہ فائرنگ کس لئے ہو رہی ہے؟ تو مینجر نے بتایا کہ صاحب آپ ہمارے چہروں پر پھیلی ہوئی خوشی سے اندازہ لگا سکتے ہیں، بات یہ ہے کہ آج لوگ سڑک کی تعمیر کی خوشی میں مست ہیں اور اسی خوشی کے اظہار کے طور پر فائرنگ کر رہے ہیں کیونکہ خوشی کے موقع پر فائرنگ کرنا چترال کی قدیم روایت ہے۔ مینجر نے مزید بتایا کہ پوستیکی گاؤں کی تاریخ میں پہلی بار جیپ پہنچ چکی ہے۔ یہ آرزو صرف ہمارے دلوں میں نہ تھی، بلکہ ہمارے آباؤ اجداد یہ ارمان دلوں میں بسائے اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ آج ہم اپنی قسمت پر نازاں ہیں کہ ہم نے اور ہمارے بچوں نے اپنی زندگی میں جیپ دیکھی ہے۔ میں نے مینجر سے کہا کہ بھئی آپ کی بات بجا ہے آپ کے لئے واقعی آج خوشی کا دن ہے لیکن خوشی کے اظہار میں آپ کو اسراف سے کام نہیں لینا چاہیئے تھا۔ یہ فائرنگ ایک قسم کا اسراف ہے کیونکہ چترال میں ایک کارتوس کی قیمت ۳۰ روپے ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات بتا دیں کہ وہ فائرنگ بند کر دیں۔ اور فائرنگ پر آنے والا خرچہ بچا کر اپنی بچت میں اضافہ کریں۔ انہوں نے بڑی مشکل اور کوشش بسیار سے لوگوں کو راضی کیا اور فائرنگ بند ہوگئی۔ بعد ازاں ہم اجلاس کے لئے ایک خیمہ کے اندر بیٹھ گئے اس دن کوئی ۳۰ ممبران حاضر تھے۔ میں نے ان کو بتایا کہ دوستو! آپ کی سڑک بہت اچھی بنی ہے آپ کی محنت اور آپ کی کامیابی کی ہم تعریف کرتے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ نے عزم و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سڑک تعمیر تو کی ہے لیکن دوسرا اہم مرحلہ اس کی تعمیر کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہ مرحلہ اس کی حفاظت کا ہے آپ کو چاہیئے کہ اس نو تعمیر سڑک کی نگہبانی پر خاص توجہ دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو یہ جلد خراب ہو جائے گی لوگوں نے بتایا کہ اب تک ساڑھے پانچ ہزار فٹ لمبی سڑک تعمیر ہو چکی ہے اور ابتدائی تخمینہ کے مطابق ایک ہزار فٹ لمبی سڑک اور تعمیر کرنی ہے تاہم گاؤں کے آخری سرے تک سڑک کی تعمیر کے لئے مزید ۳۰۰۰ فٹ سڑک اور تعمیر کرنی ہے جو کہ ابتدائی تخمینے سے دو ہزار فٹ زیادہ ہے

تنظیم کے مینجر نے انجنیئر کی شکایت کرتے ہوئے بتایا کہ انجنیئر صاحب اس سڑک کے معائنے اور کام کی نگرانی کے لئے نہیں آتا جس کی وجہ سے ہمیں خسارہ اٹھانا پڑا انہوں نے یہ بھی بتایا کہ انجنیئر کی ہدایت پر ہم نے مختلف مقامات پر موڑ ٹھیک کر دیئے ہیں جس سے ہمارا بہت سارا وقت ضائع ہوا۔

میں نے مینجر سے پوچھا کہ بھئی آپ کی یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ایک طرف آپ انجنیئر نہ آنے کی شکایت کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ اس ہدایات کا حوالہ دیتے ہیں جب وہ ادھر آیا ہی نہیں تو آپ کو ہدایات کیسے دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ انجنیئر صاحب آئے ہیں اس لئے آپ تمام موڑ درست کروائیں آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے اور درجان صاحب نے آپ کو لکھ کر دیا تھا کہ اگر یہ موڑ ٹھیک نہیں ہوئے تو آپ کو دوسری قسط ادا نہیں کی جائے گی ہماری ہدایت پر کئی دفعہ غلام جلیل انجنیئر یہاں آئے اور آپ نے اس کی ہدایات کے مطابق تمام رکاوٹوں کو دور کیا۔ آپ کی یہ بات درست ہے کہ سروے کرنے وقت انجنیئر سے غلطی ہوئی ہے اور آپ کو دو ہزار فٹ مزید سڑک تعمیر کرنی پڑ رہی ہے، یہ بات میں ڈسٹرکٹ پروگرام افیسر اور ڈسٹرکٹ پروگرام انجنیئر کے نوٹس میں لاؤں گا، کیونکہ گاؤں کے لوگ اکثر یہی شکایت کرتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو D.P.E کو چاہیئے کہ وہ خود موقع پر جا کر لوگوں کی شکایت دور کرنے کی کوشش کرے اگر کام کی نگرانی نہیں ہو رہی اور سروے کی غلطی ہے تو ہم کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنا چاہیئے میں نے ان سے کہا کہ آپنے دوسری تنظیم کے لوگوں کے مقابلے میں بہت کم درخت لگائے ہیں انہوں نے بتایا کہ اس کی وجہ پانی کی قلت ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ کو پانی کی اس قدر شدید ضرورت ہے تو آپنے روڈ کیوں بنائی؟ انہوں نے کہا کہ سڑک بنانا ہمارے لئے ناگزیر تھا کیونکہ گاؤں تک پانی پہنچانے کے لئے ہمارے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے اس لئے ہم نے سڑک بنانے کو ترجیح دی۔

بقیہ : محمد شاہ

کا تابع بنا دیتی ہے۔ ان لوگوں کی تابعداری محمد شاہ کو محض اپنے بال بچوّں کے لئے زندہ رہنے والوں کی صف سے باہر لا کھڑا کر دیتی ہے اور وہ عوامی فلاح و بہبود اور قومی خدمت کو ہر چیز پر فوقیت دے کر دینوی اور روحانی مسرّتوں سے دامن بھر لیتے ہیں اور ہمیشہ کی طرح جوان اور پرکشش نظر آتے ہیں۔

محمد شاہ سنہرہ میں منعقد ہونے والے تہواروں میں رسّہ کشی کے مقابلوں میں آج بھی شریک ہوتے ہیں اور خم ٹھونک کر نئی نسل کے نوجوانوں سے کہتے ہیں۔

" ڈالڈا کے جوانو! اگر کوئی دم خم ہے تو آگے بڑھو مگر یہ مت بھولو کہ ہماری نس نس میں خالص دیسی گھی کی طاقت رچی بسی ہوئی ہے۔

تحریر: برکت علی خان ایم۔اے
سوشل آرگنائزر یاسین

وادی یاسین کا محمد فقیر ایک باصلاحیت منیجر

غئینک چھل وادیٔ یاسین کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں صرف آٹھ مقامی مستقل گھرانے آباد ہیں" غئینک چھل" بروشسکی زبان میں انگور کے پانی کو کہتے ہیں۔ یہاں انگور کے پانی سے غلط مطلب نہ لیا جائے کیونکہ اس گاؤں میں انگور کی ایک بیل بھی ایستادہ نہیں ہے۔ مقامی اصطلاح میں غئینک چھل سے پانی کی شدید قلت کا اظہار کرتے ہیں۔

غئینک چھل کی آبادی کا انحصار ایک چھوٹے سے چشمے پر ہے جہاں سے بہت کم پانی پھوٹتا ہے۔ انگور کے رس کے برابر اس پانی کی وجہ سے غئینک چھل گاؤں کا نام مشہور ہوا۔ اس گاؤں کے ۸ گھرانوں پر مشتمل ۱۹ ممبران عرصہ دراز سے پانی کی اس قلّت کو دور کرنے کے خواہاں تھے۔ لیکن بہت سعی و کوشش کے باوجود کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے ۱۹۶۰ء میں انہوں نے اپنی مدد آپ کے تحت دریائے تھوئی سے ایک کوہل نکالنے کا تہیّہ کر کے کام تو شروع کیا تھا لیکن لوگوں کے درمیان جھگڑوں نااتفاقی، وسائل کی کمی اور اجتماعی کام کا شعور نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہو کر اپنے دیرینہ ارمانوں کو دلوں میں ہی دفن کئے بیٹھے تھے۔ جب کہ دوسری طرف روز بروز بڑھتی آبادی کے پیش نظر مزید زمینوں کو آباد کرنے کی ضرورت بھی دل میں کھٹکتی تھی۔ اس گاؤں سے ملحقہ ایک بڑا غیر آباد وسیع رقبہ دریائے تھوئی کی موجوں کو دیکھتے ہوئے یاس و ناامیدی کا شکار ہو کر صرف آسمانی بارش کے قطروں پر آس لگائے بیٹھا تھا اور یہاں سے ہر گزرنے والا گاؤں کے افراد کو اس ویران و بنجر زمین کو آباد کر کے اپنے تصرّف میں لانے کا تجسّس دلاتا تھا۔ اس پریشانی اور کشمکش کے عالم میں AKRSP ان لوگوں کے لئے امید کی ایک کرن بن گئی۔ یہاں کے باشعور لوگوں نے دسمبر ۱۹۸۳ء میں AKRSP کے پیغام پر لبیک کہتے ہوئے تنظیم تشکیل دی۔ ممبران نے محمد فقیر صاحب کو اُن کی بے لوث خدمت کے جذبے اور سابقہ حسنِ کارکردگی کی بناء پر منیجر منتخب کیا۔ محمد فقیر صاحب نے اپنی نگرانی میں AKRSP کے اصولوں کے عین مطابق تنظیم کو مضبوط اور مستحکم بنایا۔ تمام ممبران کی متفقہ رائے اور نشان دہی سے AKRSP نے ۱۸۰۰ فٹ لمبے کوہل کے اجراء کے لئے عطیہ عنایت کیا اور تین ماہ کی قلیل مدت میں محمد فقیر کی سرکردگی میں نہ صرف کوہل کا کام مکمل ہوا بلکہ مشترکہ طور پر زمین کی آباد کاری کا عملی مظاہرہ بھی کیا گیا۔

راقم نے جب منیجر محمد فقیر سے پوچھا کہ اتنی مختصر مدّت میں ممبروں کی تعداد کی کمی کے باوجود اس مشکل کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا کیسے ممکن ہوا تو منیجر صاحب نے جواب دیا " اگر انفرادی قوت کو یکجا کر کے اجتماعی طور پر کام کرنے کی طرف لوگوں کو راغب کیا جائے تو دنیا کے ہر مشکل ترین مسئلے پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ اجتماعی کام سے سنگلاخ چٹانوں کے مسئلے پر آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ اجتماعی کام سے سنگلاخ چٹانوں کے سینوں پر بہتے ہوئے سرکش نالوں کی موجوں کا رُخ موڑ کر کھیتی باڑی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے"۔ مزید دریافت کرنے پر منیجر موصوف نے بتایا کہ " غئینک چھل" کے ممبران پہلے ہی سے اس بنجر اراضی کی تشنگی کو دور کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ اس سنہرے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی غرض سے زمین کی آباد کاری کے عمل کو تیز تر کر کے ۳۶ کنال زمین کی ہمواری اور دیوار بندی کی گئی اور اس میں گندم اور رشکہ کاشت کئے گئے ہیں۔ دوسری طرف کوہل کے علاوہ ۴۰ کنال زمین پر ۳۰۰۰ جنگلی، اور ۱۶۰ پھلدار درخت لگائے گئے جب کہ وہاں پر پہلے ایک جھاڑی تک نہ تھی۔ اس مشقت کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے میٹنگ میں متفقہ فیصلے کے تحت مال مویشیوں کی آزاد چرائی پر مکمل پابندی بھی لگا دی گئی ہے۔ اس سے ایک اور بڑا فائدہ یہ ہوا کہ دریا کے کنارے کھلی زمینوں میں جو خودرو پودوں کو مال مویشی کھا جاتے تھے اور

لوگ بھی بیدردی سے کاٹ کر جلاتے تھے وہ اب محفوظ ہونے کی وجہ سے تناور درختوں کی شکل اختیار کر سکیں گے۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے برسوں سے یہ زمین آباد ہے اس عظیم مقصد کو فوری طور سے مزید تقویت دینے کے لئے AKRSP سے -/۱۰۰۰۰ روپے کا قرضہ برائے زمین کی آباد کاری تنظیم نے حاصل کر لیا ہے۔ راقم نے محمد فقیر صاحب سے سوال کیا کہ اب اُن کی پانی اور زمین کی ضرورت پوری ہوئی ہے یا نہیں۔ کیا وہ آئندہ بھی تنظیم میں دلچسپی لے کر AKRSP کے وضع کردہ پیکج پر عمل کریں گے یا تنظیم کو خیر باد کہنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ محمد فقیر صاحب نے جواب دیا "ہم نے تنظیم کو اس لئے قائم نہیں کیا ہے کہ ایک سکیم کے لئے عطیہ حاصل کر کے بھاگ جائیں۔ بلکہ ہماری دلی خواہش ہے کہ تنظیم کو پہلے کی نسبت کہیں زیادہ فعال بنا کر AKRSP کے اصولوں پر پوری طرح عمل کریں۔ کیونکہ اسی میں علاقے کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی تنظیم میں ماہر مال تربیت یافتہ نہ ہونے کے باوجود ۴۰ کلومیٹر دور برکلتی پائن سے ہم ماہر مال کو بلا کر کام لیتے ہیں۔ تمام ممبران نے کلی طور پر اپنے ۷۷۵ مال مویشیوں کو پروگرام کے مطابق حفاظتی ٹیکے لگوا دیئے ہیں اور دوائیوں کی قیمت اور اُجرت دل کھول کر ماہر مال کو ادا کر چکے ہیں وہ اس پروگرام پر آئندہ بھی عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس سال ماہر فصلات و باغات نے تنظیم کے تمام پھلدار درختوں سیب اور گلاس وغیرہ پر ادویہ کا چھڑکاؤ کیا ہے اسے ادویہ کی قیمت اور معاوضہ دیا گیا ہے۔

انہوں نے بتایا "مارکیٹنگ کے سلسلے میں بھی تنظیم نے کافی پیش رفت کی ہے۔ تنظیم نے پھٹوہارگری اور ا فروٹ کو اجتماعی مارکیٹنگ کے لئے تین مرحلوں میں گلگت و راولپنڈی پہنچا کر کافی آمدنی حاصل کی ہے۔ جب کہ مقامی دکانداروں کے ہاتھوں مال فروخت کیا جاتا تو یقینی طور پر نقصان اٹھانا پڑتا۔ انشاء اللہ سال رواں میں نساو کے موسم میں (دسمبر) چالیس مال مویشی پانچ خوش گاؤ اور بکریوں کو مشترکہ طور پر گلگت اور ہنزہ کی مارکیٹ تک پہنچانے کے منصوبہ پر عمل کیا جائے گا۔

اپنی مدد آپ کے تحت اجتماعی کام سے سرشار تنظیم کے ممبرن کے لئے تھوئی کے خودسر نالے کی بل کھاتی لہروں کے منہ میں لگام دینا اور فولادی چٹانوں کو کاٹ کاٹ کر دریا سے سات سو فٹ لمبا کوہل نکالنا گویا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا لیکن الحمد اللہ کہ اب یہ کام بھی پایہ تکمیل کو پہنچنے والا ہے۔ آج تعمیر شدہ کوہل میں پانی جاری ہے جس کی وجہ سے نصب شدہ درخت زندہ ہیں۔ یہ آبادی نہ صرف یہاں سے گذرنے والے دیہی تنظیموں کے ممبروں کے لئے حیرت کا باعث بنی ہوئی ہے بلکہ باہر کے دوست ممالک سے آنے والے اداروں کے نمائندوں کو بھی دلی مسرت بخشتی ہے۔

اس ضمن میں غینک چھل تنظیم کے منیجر محمد فقیر کا مختصراً تعارف یقیناً قارئین کی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ محمد فقیر صاحب دریچ تھوئی کے ایک غیر معروف و غریب گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مکتب سے حاصل کی۔ چونکہ بچپن ہی سے بہت ذہین تھے اور خوش قسمتی سے ان کی مزید تعلیم و تربیت علاقے کی بزرگ اور شریف ہستی شہزادہ حاجی جان صاحب برن داس کی آتالیقی میں ہوئی اور یہاں سے انہوں نے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ علاقہ ہذا میں مزید تعلیم حاصل کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں تھا۔ اس لئے کھیتی باڑی میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانے پر اکتفا کیا جو اُن سے بے پناہ محبت رکھتے تھے ان کی ایمانداری اور سخت محنت آخرکار رنگ لائی اور ۱۹۴۹ء میں جب موصوف نے شہزادہ برنداس سے رخصت ہونے کی خواہش ظاہر کی تو مدصوف نے اُن کی بہترین خدمات کے عوض ۱۰۰ کنال سے زائد غیر آباد زمین بھی ان کو بطور انعام دی۔ ۱۹۶۳ء میں تھوئی کی زیر تعمیر سڑک پر ٹھیکیدار کے ساتھ بحیثیت منشی کام کیا پھر علاقہ تھوئی کے لئے سول سپلائی کے ڈیلر مقرر ہوئے بعد ازاں بھائیوں سے علیحدگی اختیار کی تو مذکورہ فرکورہ زمین جو ان کو وفاداری کے صلے میں ملی تھی ان کے حصے میں آئی۔ چنانچہ ۶۰۰۰ فٹ لمبا کوہل خود اپنی مدد آپ کے تحت تعمیر کر کے انہوں نے اس زمین کو آباد کیا۔ آج وہ برنداس میں ایک خوشحال زندگی گذار رہے ہیں۔

راقم نے جب محمد فقیر صاحب سے یہ جاننا چاہا کہ غینک چھل میں جو نئی زمینیں آباد ہو رہی ہے اس میں اُن کا کتنا حصہ ہے تو انہوں

(باقی صفحہ ۶۴ پر)

علی گوہر۔ پروجیکٹ ایگریکلچرسٹ

چارے

شمالی علاقے میں چارے کی کمی ایک سنگین مسئلہ ہے جسے حل کئے بغیر گلہ بانی پیشے میں ترقی ناممکن ہے انسانی زندگی میں حیوانات کی اہمیت مسلم ہے یہ نہ صرف انسانی خوراک کو متوازن کرتے ہیں بلکہ کئی دیگر ضروریات زندگی کے لئے کھاد، اون، چربی، چمڑے اور ہڈیوں سے طرح طرح کی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ اس علاقے میں چارے کی کمی اور وہ بھی خصوصاً سرما کے موسم میں گلہ بانی کی ترقی میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مویشیوں اور بھیڑ بکریوں کی خوراک میں خود کفالت حاصل کرنے کے لئے ذیل میں چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

ساگ پات، درخت اور جھاڑیاں

جس رقبہ پر شجرکاری مقصود ہو وہاں ایسے پودے منتخب کئے جائیں جن کے پتے چارے کا کام دیں۔ ان درختوں اور جھاڑیوں کے پتے جمع کر کے سردیوں میں مویشیوں کو کھلائے جاسکیں اس کے علاوہ کئی قسم کے درختوں اور جھاڑیوں کی موجودگی میں زمین بھی زرخیز ہوتی ہے مثلاً ولائتی کیکر، سرسنگ (گوئنیر) اور کانٹے دار جھاڑیاں (ربہ د) وغیرہ اگر کھیتوں کے کناروں پر لگائے جائیں تو نہ صرف زمین زرخیز ہوگی بلکہ ان سے جمع شدہ پتوں کا ذخیرہ سرما میں گھاس کی ضرورت پوری کرے گا۔ ان کی شاخ تراشی حسب ضرورت کی جائے تو لکڑی بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ پہلے پانچ سال تک کھیت کو ان کے سائے کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچ سکتا بشرطیکہ یہ کھیت کے شمالی سمت نصب کئے جائیں۔

رشکہ (اشپت)

رشکہ ایک بہترین چارا ہے جو اس وقت بھی سرسبز رہ سکتا ہے جبکہ دوسرے چارے سردی میں سوکھ جاتے ہیں۔ رشکہ کو باغات اور جنگلی درختوں کے نیچے کاشت کیا جاسکتا ہے اس میں یہ خوبی ہے کہ یہ سائے میں بھی بڑھتا ہے۔ یہ پودوں کو نائٹروجن کی کھاد مہیا کرتا ہے رشکہ کی طرح ایک اور چارہ شفتل بھی باغوں میں بویا جاسکتا ہے

وٹیچ (کھکن)

وٹیچ ایک نہایت طاقتور چارا ہے، جو زمین میں نائٹروجنی کھاد بناتا ہے۔ اسے اگر گندم یا جو کی کٹائی کے فوراً بعد بویا جائے تو سردیوں سے پہلے اس کی ایک کٹائی ہوسکتی ہے اس میں زیادہ سردی برداشت کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے یہ سردیوں میں نہیں مرتا مکئی اور یا باقلہ کی بوائی تک وٹیچ کی ایک کٹائی ہوسکتی ہے۔ دو فصلی زمینوں میں مکئی کی فصل میں دوسری گوڈی سے پہلے وٹیچ کا چھٹہ دے کر گوڈی کی جائے تو سرما کے اوائل میں ایک کٹائی اور پھر فروری میں گندم کی کاشت تک مویشیوں کے چرنے کے لئے کافی چارہ مل سکتا ہے

رائی

رائی بھی سرد علاقوں میں پنپ سکتی ہے۔ اسے یک فصلی زمینوں میں گندم کی کٹائی کے بعد بویا جائے تو موسم بہار میں مکئی کی کاشت تک ایک کٹائی حاصل ہوسکتی ہے دو فصلی زمینوں میں مکئی کی کٹائی کے بعد کاشت کی جائے تو اوائل میں بہار میں آلو کی کاشت تک یک کٹائی ہوسکتی ہے۔

شفتل اور برسیم

انہیں یک فصلی زمینوں میں گندم کی گوڈی کے بعد چھٹہ دے کر کاشت کیا جائے تو گندم کی کٹائی کے بعد کافی چارہ دستیاب ہوگا۔

مکئی اور باجرہ

یک فصلی زمینوں میں جہاں گندم کے بعد کچھ نہیں بویا جاسکتا وہاں مکئی اور باجرہ کاشت کئے جائیں تو وافر مقدار میں چارہ مل سکتا ہے

شلجم، کدو، چقندر وغیرہ

یک فصلی زمینوں میں پہلی فصل کے بعد شلجم، چقندر اور مکئی کے ساتھ کدو کاشت کرنا چاہیئے جنہیں چارے کے طور پر مویشیوں کو کھلایا جاسکتا ہے۔ چارے کی پیداوار میں اضافہ کے لئے مناسب مقدار میں کیمیادی کھاد دی جائے تو یقینی طور پر کھاد کی لاگت سے زیادہ چارہ حاصل ہوگا۔

اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس علاقہ کے لوگ چارے اور گھاس وغیرہ کی کٹائی بڑی دیر سے کرتے ہیں جس کی وجہ سے گھاس کی طاقت زائل ہوجاتی ہے اور اس میں موجود پروٹین کم ہوجاتے ہیں اس لئے سفارش کی جاتی ہے کہ جب چارے کے پھول کھلنے شروع ہوں یا خوشے بننے لگیں تو گھاس یا چارے کی فوراً کٹائی کی جائے یہی وہ وقت ہوتا ہے جب چارے میں پروٹین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

چارے کو ذخیرہ کرنا

مکئی اور چارے کی کٹائی کے بعد انہیں عموماً کھلے آسمان تلے کافی وقت تک رہنے دیا جاتا ہے جہاں دھوپ اور بارش میں چارے کی غذائیت کم پڑ جاتی ہے۔ بعض اوقات یہ چارے سڑ جاتے ہیں جن سے مویشیوں میں بیماریاں پھیلتی ہیں اس لئے چارے اور مکئی کے کڑب کو خشک کرنے کے بعد کسی ہوادار مکان میں ذخیرہ کیا جائے جہاں یہ دھوپ اور نمی سے محفوظ رہ سکیں۔ مکئی کے کڑب کو کاٹ کاٹ کر ٹکڑوں کی شکل میں بھوسہ کے ساتھ ملا کر ذخیرہ کیا جائے تو بہتر ہے

مقوی بھوسہ کی تیاری

بھوسہ مقوی بنانے کے لئے یوریا اور گوبر استعمال ہوتے ہیں۔ ۵ کلو تازہ گوبر اور ڈھائی کلو یوریا کو ۳۰ لیٹر پانی میں حل کرکے تقریباً ۵۰ کلوگرام بھوسہ پر چھڑک دیں اور خوب ملا دیں اب اسی آمیزہ کو ایک پلاسٹک کے تھیلے میں اچھی طرح سے بند کریں تاکہ ہوا داخل نہ ہوسکے۔ ڈیڑھ ماہ بعد مقوی بھوسہ تیار ہوگا۔ گائے بھینس کو کھلانے سے پہلے اس بھوسہ کو کھلی ہوا میں کچھ دیر رہنے دیں تاکہ اس میں سے بو وغیرہ خارج ہو جائے اس بھوسہ سے جانور صحت مند رہتے ہیں اور گائیں زیادہ دودھ دیتی ہیں۔

بقیہ: محمد فقیر وادی یاسین کا باصلاحیت منیجر

نے حیران کن جواب دیا کہ وہ اس میں سے ایک انچ زمین کا بھی حقدار نہیں۔ ان سے اس تنظیم میں اتنی زیادہ دلچسپی لینے کی وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے بتایا کہ انسانیت کا تقاضا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے بھی زندہ رہے یہاں ایک امر قابل ذکر ہے کہ جون ۱۹۸۵ء کو جب کہ PPI کے لئے تھرڈ ڈائلاگ ہو رہا تھا تو تنظیم کی بچت صرف -/۸۶۰۰ روپے تھی جب کہ آج ان کی بچت -/۱۰۵۵۰۰ روپے تک پہنچ چکی ہے۔

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تحریر: شکور ریز

یادگری خان

"۱۹۸۵ء سے پہلے غریب لوگ پیسہ ہاتھ میں نہ ہونے کی وجہ سے کھاد نہیں خرید سکتے تھے۔ ہمیں پہلی دفعہ ۱۹۸۵ء میں کھاد کا قرضہ ملا اور گاؤں کے سب لوگوں نے اپنی فصلوں کو کھاد دی۔ خدا کے بعد اگر غریبوں کا کوئی غمخوار ہے تو وہ اے کے آر ایس پی ہے۔ میں شروع میں ایک معمولی زمیندار تھا۔ میری فصل اتنی ہوتی تھی کہ میں بمشکل دو بار کھلیان کوٹتا تھا۔ جس سے زیادہ سے زیادہ آٹھ من پیداوار حاصل ہوتی تھی۔ پچھلے سال میں نے ۸ دفعہ کھلیان کوٹا اور ۸ من کی بجائے ۱۵ من پیداوار حاصل کی۔ اب ہمیں کھاد حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہے۔ صرف ایک مسئلہ ہے کہ گلگت میں اگر ایک بوری کھاد ۱۲۰/- روپے میں حاصل کرتے ہیں تو گاؤں تک فی بوری ۵۰/- روپے کرایہ دینا پڑتا ہے"۔

یہ ہیں یادگری خان کے الفاظ جو تھنگئی گاؤں کی دیہی تنظیم کے صدر ہیں۔ اپنی تنظیم کے متعلق یادگری خان نے بتایا کہ جب اکتوبر ۱۹۸۳ء میں پہلی دفعہ ان کی تنظیم بنی تھی تو اس وقت وہ تنظیم کے مقاصد اور طریقۂ کار سے آگاہ نہیں تھے۔ ایک سال تک اُن کی تنظیم کوئی پیش رفت نہ کر سکی لیکن ایک ویلج سپر وائزر نے اُن کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ بار بار ان کے پاس جا کر وہ تنظیم کی افادیت سے ان کو آگاہ کرتا رہا۔ جب یادگری خان کو یقین ہو گیا کہ تنظیم اُن کے گاؤں کی اجتماعی ترقی مضمر ہے تو اس نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو مجتمع کیا۔ پھر انہیں اجتماعیت کی ایک نئی روح پھونک دی۔ ۲۲ گھرانوں پر مشتمل اس گاؤں کے ۳۵ ممبران نے تہیّہ کر لیا کہ وہ گاؤں کی ترقی کے لئے اے کے آر ایس پی کے بتائے ہوئے اصولوں پر کاربند رہیں گے چنانچہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر ممبر باقاعدگی سے بچت میں حصّہ لیتا رہے گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُن کی بچت ۳۰,۰۰۰/- روپے ہو گئی اور اس میں آج روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ انہوں نے اپنے ایک پرانے کوہل کی کشادگی اور توسیع کا منصوبہ بنایا جس کے لئے اے کے آر ایس پی سے عطیہ حاصل کیا گیا اور مسلسل محنت کر کے نہ صرف کوہل کی حسبِ ضرورت کشادگی کی بلکہ توسیع کا کام مکمل کر کے اضافی ۱۰۰۰ کنال زمین کو قابلِ کاشت بنایا۔

۲۸ نومبر ۸۵ء کو کوہل کی کشادگی کا کام ختم ہوا تو انہوں نے نئی زمین سے فوراً فائدہ اٹھانے کی ٹھانی اور اجتماعی طور پر کام کر کے ۱۰۰ کنال زمین پر رشکہ اور ۱۰۰ کنال پر گندم کاشت کی۔

یادگری کا کہنا ہے کہ اس سال کی نئی آبادکاری سے اُن کی ذاتی آمدنی میں ۱۰ سے ۱۲ من گندم اور بھوسے کی تعداد میں ۲۰ سے ۲۴ من کا اضافہ ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ یادگری خان کے گاؤں کے تمام افراد مل کر کام کرتے ہیں۔ جب یادگری خان سے پوچھا گیا کہ اُسنے اس اتفاق کو کیسے ممکن بنا دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ "کوہل پر کام شروع کرنے سے پہلے سب نے مل کر قسم کھائی تھی کہ اس کام میں جو آدمی سستی یا کام چوری کرے گا تو نئی اراضی اس کے لئے حرام ہو۔ آج ہم سب مکمل طور سے منظم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے مال مویشیوں کی حفاظت کے لئے ماہر مال کو تربیت دلائی ہے اور تمام ممبران ماہر مال کے ساتھ بھی مکمل تعاون کرتے ہیں۔ نئی زمین کی آبادکاری کے لئے ۵ سالہ منصوبہ بھی تیار کیا گیا ہے۔ ہم نے اب سمجھ لیا ہے کہ سب لوگ مل کر کام کریں تو ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے"۔

جب یادگری خان سے سوال کیا گیا کہ پانچ برس کے بعد گاؤں میں کیا تبدیلی آئے گی تو جواب میں انہوں نے بتایا "کم از کم پانچ سالہ

بقیہ صد ۷۵ پر

تحریر: گلستان

خواتین میدان عمل میں

ملک کے دیگر حصوں سے کٹا ہوا ہونے کے باعث پاکستان کا شمالی علاقہ کس مپرسی کی حالت میں معاشرتی زندگی کے جمود کا شکار تھا۔ لیکن شاہراہِ قراقرم کی تکمیل نے یہاں کی ابتر دیہی معیشت کو کسی قدر سنبھالا دیا اور دیہی لوگ ذرائع معاش کی تلاش میں شہروں تک جا پہنچے۔ شہری ماحول نے ان ناتجربہ کار افراد کو خانگی ملازمت یا مزدوری کے مواقع اگرچہ فراہم کئے لیکن ان کی قلیل آمدنی غریب کنبوں کو پوری طرح سنبھالنے سے قاصر ہی رہی۔ اس لئے ان لوگوں میں سے بیشتر افراد تلخ تجربوں سے گذرنے کے بعد واپس اپنے گھروں کو لوٹے جہاں وہ اپنے افرادِ خانہ کے ساتھ مل کر تھوڑی بہت گذارہ کی زراعت اور گلہ بانی کر کے اپنا پیٹ پال سکتے تھے۔ شہری ماحول نے انہیں یہ بات سمجھا دی تھی کہ بہتر روزگار پانے اور معیاری زندگی گذارنے کے لئے تعلیم و تربیت اور ہنر مندیوں سے بہرہ ور ہونا کس قدر ضروری ہے۔ اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے ان کے دلوں میں اپنے بچوں کو علم و ہنر سے آراستہ کرنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کا مصمم ارادہ کیا۔ اس اقدام سے انہوں نے نئی نسل کو جدید علوم و فنون سے بہرہ ور کیا جو ان کے مقابلے میں زیادہ سلیقہ مند ثابت ہوئے لیکن قباحت یہ تھی کہ اس نسل کو اپنے علاقے کی پسماندگی کو دور کرنے اور جامد و ساکت معاشرتی زندگی کو متحرک کرنے کے لئے ناگزیر عوامل ناپید تھے۔ اس پسماندگی کا کیا علاج ہو سکتا ہے اور وہ کس طرح سے ممکن ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لئے ان کے پاس کوئی جامع لائحہ عمل موجود نہ تھا مگر جوئندہ یابندہ کے مصداق آخر وہ وقت بھی آ پہنچا جب اے کے آر ایس پی نے شمالی علاقوں کو اس زبوں حالی سے نکالنے اور اس کی معاشی ترقی کے لئے لازمی بنیادیں فراہم کرنے کا کام شروع کیا۔ اس پروگرام کے تحت گاؤں گاؤں چھوٹے کسانوں نے تنظیمیں قائم کیں اور رفتہ رفتہ لوگوں کی سوچ اور معیشت میں انقلابی تبدیلیاں لانے والی یہ تحریک پورے شمالی علاقوں میں پھیل گئی۔ گاؤں کی افرادی قوت کو یکجا کرنے، اپنا سرمایہ آپ پیدا کرنے اور اجتماعی عمل سے اپنے مسائل کو خود حل کرنے کی تحریک توقع سے زیادہ کامیابی سے چلنے لگی۔ دیہی لوگوں کو معلوم ہوا کہ ان کی چھوٹی چھوٹی بچت کی رقوم یکجا ہوں تو کتنا بڑا سرمایہ بن سکتا ہے۔ انہیں ہنر مندیوں اور جدید علوم و فنون کو سیکھنے اور برتنے کی اہمیت کا بھرپور احساس ہوا جس کے تحت گاؤں کی منصوبہ بندی جیسے کام بھی دیہی لوگ نمٹانے کے قابل ہوئے۔

شعیب سلطان خان جنرل مینجر اے کے آر ایس پی اور ان کے رفقار کار نے اپنی شبانہ روز محنت، لگن اور بے لوث قیادت و مشاورت سے ان سادہ دل لوگوں کے اس اعتماد کو بحال کر دیا جسے ان کی غربت و پسماندگی چھین چکی تھی۔ اب وہ پورے اعتماد، جوش اور جذبے کے ساتھ میدانِ عمل میں کود پڑے ہیں۔ اُن کے کوہل بن رہے ہیں سڑکیں تعمیر ہو رہی ہیں۔ غیر آباد رقبوں کو آباد کرنے کا کام زور و شور سے ہو رہا ہے۔ گذشتہ چار برس کے دوران وہ اس قابل ہوئے ہیں کہ اپنی فاضل پیداوار منڈیوں تک پہنچا کر خاطر خواہ آمدنی حاصل کر سکیں۔ گاؤں کی سطح پر یہ سارے کام دیہی لوگ خود اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا مستقبل روشن ہو اور نئی نسل ایک خوشحال ماحول میں جدید تقاضوں کے مطابق زندگی کے مختلف امور سر انجام دے سکے۔

مردوں کی تنظیموں سے تحریک و ترغیب لے کر اس علاقہ کی خواتین نے بھی تنظیمیں قائم کیں اور معاشی استحکام کے کاموں میں

مصروف اپنے مردوں کا ہاتھ بٹانے کے لئے وہ سرگرم عمل ہوئیں وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس مرحلے میں وہ خاموش تماشائی بنی رہیں۔

انہوں نے اپنی بچت اکٹھی جمع کرنی شروع کردی اور شعیب سلطان خان صاحب سے اصرار کیا کہ وہ ان کے لئے بھی کوئی ایسا پروگرام مرتب کریں جس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ممکن ہو۔ یہ کوئی انوکھا مطالبہ نہ تھا اور نہ ہی کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کسی علاقے میں صرف مرد منظم ہوں تو علاقہ کی ترقی ہوسکتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورتیں مل جل کر ہی معاشی استحکام کی منزل جلد اور آسانی کے ساتھ پاسکتے ہیں مرد اور عورت ایک ہی گاڑی کے دو پہیے ہیں اور کسی بھی علاقے یا معاشرے کی معاشی ترقی میں ان دونوں کا کردار یکساں اہمیت کا حامل ہے۔ اے کے آر ایس پی نے اپنے قیام کے ابتدائی دنوں ہی سے اس امر کا بنظر غائر مشاہدہ کیا کہ شمالی علاقوں کی خواتین انتہائی مصروف زندگی گذارتی ہیں۔ وہ صبح سے شام تک اپنے کنبے کی کفالت کے کاموں میں مردوں کے دوش بدوش مصروف رہتی ہیں۔ ان کے پاس فارغ اور فالتو وقت ہوتا ہی نہیں جو وہ کسی پروگرام میں عملی طور سے شریک ہوسکیں۔ بہرحال بڑی سوچ بچار کے بعد یہ طے پایا کہ ان تھکی ماندی خواتین کے کندھوں پر موجود بھاری ذمہ داریوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے انہیں ایسے جدید طریقوں اور مشینوں سے متعارف کرایا جائے کہ وہ ان کاموں کو آسانی سے کرسکیں جنہیں کرنے کے لئے انہیں زیادہ قوت، محنت اور وقت صرف کرنا پڑتا تھا اس غرض سے انہیں گٹھلیاں توڑنے کی مشینیں، شمسی توانائی سے چولہے اور دیگر ایسے چولہے فراہم کئے گئے جن سے ایندھن اور وقت میں بچت ممکن تھی

اس کے علاوہ مختلف گاؤں سے خواتین کو امور مرغبانی کی تربیت بھی دی گئی ہے تاکہ وہ گھریلو سطح پر مرغیوں کی افزائش اور ان کا علاج معالجہ کرسکیں۔ ان لوازمات سے آج ان حادثاتی نقصانات کی روک تھام ممکن ہوئی ہے جن سے ایک دیہی کنبے کی آمدنی متاثر ہوتی تھی۔ اب تک درج ذیل اعداد و شمار کے مطابق کورسز کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ماہرین مرغبانی کے باقاعدہ کورسز : ٦

" " ریفریشر کورسز : ٢

تربیت یافتہ خواتین : ١٤١

تربیت میں شامل کل تنظیمیں : ٥٢

ہنگامی کورسز میں شامل تنظیمیں : ٤٨

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان تربیت یافتہ خواتین کی کارکردگی اور خدمت سے متاثر ہو کر ہر خاتون ممبر اپنی صلاحیتوں میں اضافے کی کوشش کرتی ہے۔ آج یہ صورت ہے کہ ہر ایسی تربیت میں وہ شریک ہونا چاہتی ہیں جو ان کے علم میں اضافہ کرے۔ کنبے کے لئے مفید ہو اور جس سے ان کی تنظیم مستحکم ہوسکے۔ کئی تنظیموں سے خواتین کو جام، جیلی اور شربت بنانے اور پھلوں کو جدید طریقوں سے خشک کرنے کی تربیت دی جا چکی ہے انہیں سلائی کڑھائی کی تربیت میں بھی شریک کیا جاتا ہے۔

موسم سرما کے دوران جب کہ یہاں کی خواتین قدرے کم مصروف ہوتی ہیں۔ اس دوران پولیسٹر کے ریشے سے رضائیاں اور کشن بنانے اور انہیں اجتماعی طور سے مارکیٹ میں فروخت کرنے کا تجربہ ان کے لئے نہایت حوصلہ افزا ثابت ہوا۔ اس عمل سے حاصل شدہ رقم ان کی اجتماعی بچت میں کافی اضافے کا باعث ہوئی۔

خواتین کے لئے دیگر منافع بخش منصوبوں کو تشکیل دینے کے لئے ادارہ نے ملک اور بیرون ملک سے ایسے ماہرین کو دعوت دی جو ان خواتین کے حالات کو مدنظر رکھ کر قابل عمل تجاویز اور منصوبے دیں۔ اس پروگرام کے تحت تجرباتی طور پر چھ تنظیموں میں پھلدار اور جنگلی درختوں کی نرسریاں قائم کی گئی ہیں۔ ملی جلی زراعت یعنی مرغبانی پھلوں اور سبزیوں کی افزائش اور کاشت وغیرہ کے کام بھی ہاتھ میں لئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ سبزیوں کی حفاظت، دودھ سے تیار ہونے والی اشیاء، معیاری اونی پٹو بیشمینہ جمع کرنا وغیرہ ایسے مجوزہ پروگرام میں جن پر کام کا آغاز ہونے والا ہے۔ اس خطے کی خواتین میں موجود صلاحیتوں سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ یہ بات عملاً درست ثابت کریں گی کہ اپنے گاؤں کی ترقی کے کام میں وہ مردوں کے دوش بدوش ان سے بڑھ چڑھ کر حصہ لے کر خود کفالت کی منزل کو پالیں گی، (انشاء اللہ)

خطوط

دیہی تنظیم خواتین دل سندھی

صدر : بادشاہ زرین

سیکرٹری : قیوم بی بی۔

ہم ممبران خواتین تنظیم موضع دل سندھی اے کے آر ایس پی اور جملہ اراکین کے مشکور ہیں۔ محترمہ مسرت جہاں صاحبہ اور ملیحہ صاحبہ کی ہدایتیں اور نصیحتیں ہماری روزمرہ زندگی میں ہر وقت ہمیں یاد رہتی ہیں۔ مسرت جہاں کا لکھا ہوا کتابچہ "میں اور میری دیہی بہنیں" کو ہم نہیں بھول سکتے۔ لہٰذا ہم بھرپور اپیل کرتے ہیں کہ وہ ہماری تنظیم کا دورہ کریں۔ امید ہے بہت جلد ان سے ملاقات ہوگی۔

بادشاہ زرین

قیوم بی بی

سندھی تنظیم : صدر: قمریز بی بی - سیکرٹری: چشتیان بی بی

محترمہ مسرت جہاں کا مضمون "میں اور میری دیہی بہنیں" پڑھ کر ہماری بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس مضمون میں ہمیں ہمیشہ یاد رہنے والا سبق دیا گیا ہے۔ اس کردار کے حوالے سے ہم آپ کی نمائندگی میں نہ صرف اپنے علاقہ سے غربت کو دور کریں گے بلکہ اپنی مستقبل کی زندگی سنوارنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھیں گے۔ آخیر میں ہم محترمہ مسرت جہاں صاحبہ اور ملیحہ صاحبہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور مسرت جہاں صاحبہ سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ خود ہماری تنظیم کا دورہ کریں اور ہمارے حالات کو اپنی نظر سے دیکھیں۔

قمریز بی بی

چشتیان بی بی

کونوں چھمر نیئے تھوتی دیہی تنظیم خواتین۔

صدر : سیاب بی بی سیکرٹری : خلیفہ بی بی

ہم ممبران خواتین تنظیم موضع کونوں چھمر نیئے تھوتی، اے کے آر ایس پی اور جملہ اراکین، نیز کوآرڈی نیٹر برائے امور خواتین بیگم نورین مہترجان کے نہایت ہی مشکور ہیں۔ جن کے ذریعے آپ کی ہدایات ہم تک پہنچتی ہیں۔ اس کے علاوہ محترمہ مسرت جہاں اور ملیحہ صاحبہ کے بھی بے حد مشکور ہیں جنہوں نے ہماری غربت کو دور کرنے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے وہ ہر آڑے وقت میں اپنی نصیحتوں سے ہمیں نوازتے ہیں۔ ہمیں ان کی کارکردگی پر فخر ہے۔ جناب والا! ہم محترمہ مسرت جہاں اور ملیحہ صاحبہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہماری تنظیم کا دورہ کریں تاکہ ہماری تنظیم کے کام کو ملاحظہ کریں۔

سیاب بی بی

خلیفہ بی بی

فاطمہ اسد

خوراک اور اس کی اہمیت

شمالی علاقوں میں خواتین کی صحت کام کی زیادتی اور خوراک میں لاپرواہی برتنے کی وجہ سے زیادہ خراب رہتی ہے انہیں یہ بات جاننی چاہیئے کہ غذا کیا ہے۔ ہر وہ چیز جو جاندار کھاتے ہیں۔ غذا کہلاتی ہے اس سے جسم کی پرورش ہوتی ہے چونکہ جسم ایک مشین کی طرح کام کرتا ہے اس لئے جسم کو تندرست اور توانا رکھنے کے لئے صحیح خوراک کا انتخاب نہایت ضروری ہے۔ متوازن خوراک زندگی کو طویل اور صحت مند رکھتی ہے۔

متوازن غذا : وہ خوراک متوازن غذا کہلاتی ہے جس میں وہ تمام اجزاء موجود ہوں۔ جو صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اب تو سائنسدانوں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ کون سی غذا جسم کی کیا کیا ضرورتیں پوری کرتی ہیں اور ان سے جسم انسانی میں کیا کیمیائی عمل ہوتا ہے۔ مثلاً گوشت، آلو، روٹی اور پھل وغیرہ ہمارے خون، ہڈیوں اور عضلات وغیرہ میں کیا تبدیلی لاتے ہیں۔ متوازن خوراک کی تیاری میں خاتون خانہ کو اپنی آمدنی اور بجٹ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے پروٹین کی کمی گھریلو پیداوار دال وغیرہ سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ سبزیوں دودھ اور پھلوں سے بھی ضروری اجزاء مل جاتے ہیں۔ دودھ اور دودھ سے تیار ہونے والی اشیاء سے کافی مقدار میں پروٹین ملتی ہے۔ روزانہ ایک گلاس دودھ پینے سے کمزور خواتین کے جسم میں کیلشیم کی کمی دور ہو جاتی ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ خاتون خانہ اچھی غذا شوہر یا اپنے بچوں کو کھلاتی ہے اور خود روکھی سوکھی کھا کر گذارہ کرتی ہے اسی وجہ سے اس کی صحت گرتی ہے۔ گاؤں کی وہ عورتیں جو سخت محنت اور مشقت کرتی ہیں ہفتے میں کم از کم تین انڈے بھی نہ کھائے تو اس کی صحت یقینی طور سے خراب ہو گی۔

اس علاقے کی دیہی خواتین درج ذیل سات گروپوں کو مدنظر رکھ کر اپنے باورچی خانے کا نظام چلائے تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی صحت ٹھیک نہ ہو۔ یہ غذائیں وہ اپنے زور بازو سے پیدا کرتی ہیں

۱:۔ **سبز پتوں والی سبزیاں :** گوبھی، سلاد، ساگ، پالک اور دیگر سبزیاں خواتین اگا لیتی ہیں جن کے استعمال سے غذائیت کا مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔

۲۔ **آلو وغیرہ :**۔ آلو، ٹماٹر، شکر قند، گاجر، پیاز، مٹر پھلیاں، سویابین اور دالیں وٹامن اور معدنیات کا ماخذ ہوتی ہیں۔ انہی سبزیوں سے کاربوریٹ ملتے ہیں۔

۳۔ **پھل :**۔ سیب، ناشپاتی، آڑو، انگور، تربوز، خوبانی، امرود، مالٹا، لیموں اور کیلا وٹامن سے بھرپور پھل ہیں۔ ان کے استعمال سے خون نالیاں درست کام کرتی ہیں۔ اور مسوڑے تندرست رہتے ہیں۔

۴:۔ **دودھ اور دیگر اشیاء :** حاملہ عورتوں اور بڑھتے ہوئے بچوں کے لئے دودھ بے حد ضروری ہے۔ دودھ پلانے والی ماؤں کو زیادہ مقدار میں دودھ استعمال کرنا چاہیئے۔

۵۔ **بادام۔ اخروٹ :** بادام، اخروٹ، پھلیاں، مونگ پھلی مچھلی، انڈے اور گوشت صحت مند جسم کے لئے نہایت ضروری غذائیں ہیں

۶۔ **روٹی اور چاول وغیرہ :** بڑھتے ہوئے بچوں، نوجوانوں اور سخت کام کرنے والی خواتین کے لئے گندم، چاول، جوار، باجرہ اور مکئی ضروری خوراک ہیں۔ ان سے توانائی کے حرارے وٹامن اور معدنیات ملتی ہیں۔

۷۔ **مکھن اور بالائی :**۔ چکنائی ایک مناسب مقدار میں ہر خوراک کا لازمی حصہ ہوتی ہے۔ انڈے کی زردی، سبزیوں کے تیل، زیتون، اخروٹ اور سویابین چکنائی حاصل کرنے کے اچھے ذریعے ہیں۔ دودھ کی بالائی یا مکھن بھی جسم کی چکنائی کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔

روایت : صالح محمد انجنیئر
تحریر : محمد امین ضیاؔ

کشوا جاہلی کوہل

نچلو سب ڈویژن کی پہلی یونین کونسل کریس دریائے شوک کے دہانے آباد ہے ۱۹۷۵ء تک اس علاقہ پر راجگی نظام مسلط تھا۔ کریس کا آخری راجہ حامد حسین خان اپنی ذہانت، بصیرت اور عوامی فلاح و بہبود کے کاموں کی وجہ سے آج بھی اپنے علاقہ میں مشہور و معروف ہے اور لوگ ان کا بے حد احترام کرتے ہیں۔

کشا یا کشوا ایک نہایت زرخیز و شاداب گاؤں ہے لوگ فطرتاً محنت کش اور جیالے ہیں ان کی یہ آبائی خصوصیت آج تک ان میں موجود ہے۔ ان کی آباؤ و اجداد کی جوانمردی کا منہ بولتا ثبوت جاہلی کشوا کوہل ہے جو کریس کے جنوب میں واقع ہے۔ کہتے ہیں کہ آج سے کوئی سو سوا سو سال ادھر کی بات ہے کہ کشوا کے دس جوانوں نے گاؤں سے پانی کی قلت کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کی ٹھانی اور اس غرض سے ایک نہایت پر خطر کوہل نکالنے کا حتمی فیصلہ کیا یہ وہ دن تھے جب کہ ان کے آلات و اوزار لکڑی کے ہوا کرتے تھے، لوہے کے بیلچے اور گینتیاں بلتستان میں متعارف ہی نہیں ہوئی تھیں۔ ایسی بے سروسامانی کے عالم میں دس جوانوں کا یہ فیصلہ دیوانے کا خواب لگتا تھا۔ جبھی تو وہ گاؤں کے بڑے بوڑھوں نے ان باہمت دس جوانوں کو جاہل قرار دیتے ہوئے کوہل کی تعمیر کو قطعی ناممکن گردانا اور انہیں اپنی سی نصیحت کی کہ وہ اس کام سے باز رہیں۔ لیکن ان فرہاد صفت جوانوں نے اس سخت امتحان سے گزرنے کی ٹھانی۔ لکڑی کے بیلچوں پر لوہے کے پتر چڑھائے لکڑی کے جبل بنائے اور اللہ کا نام لے کر کوہل کی تعمیر میں مصروف ہوئے انہوں نے ہر حالت میں اپنے گاؤں کو پانی سے سیراب کرنے کا عزم کیا تھا۔ قصہ مختصر ان جوانوں نے بارہ برس کی جان توڑ محنت کے بعد ۲۰۰۰۰ فٹ لمبے کوہل کو تعمیر کر کے ہی دم لیا۔ اس دن کے بعد آج تک کشوا گاؤں کبھی بھی پانی کی کمی کا شاکی نہیں رہا۔ کوہل مکمل ہوا تو جاہلی کوہل یعنی جاہلوں کا کوہل اس کا نام پڑ گیا۔ کشوا کے معمر ترین شخص حاجی محمد علی نے ان آہنی عزم کے مالک جوانوں کا قصہ سناتے ہوئے کہا کہ بے سروسامانی کے عالم میں اگر کوئی آج بھی اتنا بڑا دعویٰ کرے تو لوگ یقیناً اسے جاہل کہیں گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان جوانوں کی جہالت آمیز فولادی قوت فیصلہ کے باعث آج یہ خطہ اتنا زرخیز ہے کہ جہاں نہ صرف فصلات معیاری ہوتے ہیں بلکہ انسان بھی علم و فضل سے پر لگتے ہیں وہ لوگ ان بے لوث کوہکنوں کی روحوں کو سلام و تبریک کے نذرانے بھیجتے ہیں جن کی بارہ برس کی محنت شاقہ صدیوں تک یونہی پھیلتی پھولتی رہے گی اور لوگ دور دور سے اس خوبصورت و سرسبز خطہ کو دیکھنے امڈ امڈ آئیں گے۔ یہ سچ ہے کہ انسان کی صالح باقیات ہی اُس جہان میں اور اس جہان میں اطمینان قلب، خوشی اور فرحت کا باعث ہوتے ہیں۔

فاطمہ اسد

کام کی باتیں

(بہنوں کے لئے)

مہندی کا رنگ تیز کرنا:۔ تھوڑی سی اِملی کو ایک پیالہ پانی میں بھگو دیں۔ جب املی نرم ہو جائے تو اسے پانی میں خوب پھینٹ کر نتھار لیں۔ چھنے ہوئے املی کے پانی میں مہندی گھول کر دس منٹ بعد ہاتھوں پر لگائیں تو رنگ بہت نکھرے گا۔

شیشے کو صاف کرنا:۔ شیشے کو صاف اور چمکدار بنانے کے لئے کپڑے دھونے والے نیل کو پانی میں ملائیں۔ ململ کا کپڑا اس پانی میں تر کر کے شیشے پر ملیں۔ پانچ منٹ بعد صاف ململ سے صاف کریں تو شیشے چمکدار ہوں گے۔

ریشمی کپڑوں کی چمک بڑھانا:۔ اگر آپ ریشمی کپڑوں میں چمک پیدا کرنا چاہتی ہیں تو انہیں ایسے پانی میں دھوئیں جس میں آلو اُبالے گئے ہوں۔

انڈوں کو دیر تک تازہ رکھنا:۔ انڈوں کو زیادہ دیر تک تازہ رکھنے کے لئے انہیں نمک یا گیلی ریت میں دبا کر رکھیں۔

گوشت کی ہانڈی جل جائے: تو احتیاط سے اوپر کا گوشت اور مسالہ نکالیں پھر اس میں پانی کی بجائے تھوڑا سا دودھ ڈال کر پکائیں۔ جلی ہوئی بو نہیں آئے گی۔ جلی ہانڈی کے اندر پانی ہرگز نہ ڈالیں ورنہ جلی بُو سارے مسالے میں پھیل جائے گی۔

دودھ کو اُبل کر گرنے سے بچانے کے لئے دیگچی کے کناروں پر تھوڑا سا گھی یا مکھن مل دیں۔

اگر ہانڈی میں نمک زیادہ ہو جائے تو اس میں گندھے ہوئے آٹے کا ایک پیڑا ڈال دیں۔ نمک اگر پھر بھی کم نہ ہو تو پہلا پیڑا نکال کر دوسرا ڈال دیں۔ اسی طرح پانچ چھ منٹ بعد پیڑا بدلتی رہیں حتّٰی کہ نمک برابر ہو جائے۔

نمک کم کرنے کے لئے ہانڈی میں لکڑی کے ایک یا دو صاف کوئلے ڈال دیں۔ کوئلہ نمک کو چوس لے گا۔

چاقو اور چھری وغیرہ کو دُھونے سے ان کی دھار کند ہو جاتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انہیں گیلے کپڑے سے پونچھا جائے۔

کپڑوں سے سیاہی کے داغ دھبّے دور کرنے کے لئے داغ یا دھبّے کو اُبلے چاول سے رگڑیں اور سادہ پانی سے دھوئیں۔ داغ ایک بار میں نہ اُترے تو اس پر چاول لیپ دیں۔ لیموں کے رس سے بھی سیاہی کے دھبّے مٹتے ہیں۔

لالٹین دھواں دے: تو اس کی بتّی کو سرکہ میں ڈبو کر کچھ دیر تک رکھیں پھر اسے نچوڑ کر خشک کریں۔ لالٹین دھواں نہیں دے گا۔

صابن کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے: جو کپڑے دھونے کے بعد بچ جاتے ہیں، جمع کر کے ایک بوتل میں ڈالتی جائیں۔ بوتل میں پانی بھر دیں۔ سیّال صابن ہر وقت تیار ملے گا۔

پھل یا سبزیاں کاٹنے سے ہاتھوں پر داغ پڑ جاتے ہیں: داغوں پر نمک اور سرکہ ملیں تو ہاتھ صاف ہو جائیں گے۔

آغا خان رورل سپورٹ پروگرام
تنظیم موضع خیبر۔ گوجال۔ ہنزہ

۷ رمئی ۱۹۸۷ء کو جناب مجاہد خان بلوچ وزیر بلدیات و کچی آبادی حکومت سندھ کی سربراہی میں ایک اعلیٰ سرکاری وفد جس میں جناب صفدر کاظمی سیکرٹری وفاقی وزارت برائے دیہی ترقی وبلدیات جناب منظور الحسن ایڈیشنل چیف سیکرٹری سندھ جناب محمود خان سیکرٹری دیہی ترقی وبلدیات حکومت سرحد۔ جناب چوہدری محمد اشرف ایڈیشنل سیکرٹری حکومت پنجاب ودیگر وفاقی حکومت کے افسرانِ اعلیٰ شامل تھے۔ شمالی علاقہ جات کو ضلع گلگت کے دو روزہ دورے پر آئے تھے۔ انہوں نے مختلف دیہات میں AKRSP کے تحت قائم کئے گئے دیہی تنظیموں کے ساتھ ان کے ہر پروگرام پہ تبادلہ خیالات کیا۔ دیہی تنظیموں نے ان کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ ذیل میں دیہی تنظیم نے ان کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔ ذیل میں دیہی تنظیم خیبر۔ ہنزہ۔ گوجال کی کارگذاری کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے جو تنظیم کے منیجر نے مہمانانِ گرامی کی خدمت میں پیش کی

۱۔ تنظیم : یعنی افرادی قوت کو یکجا کرنا

۲۔ سرمایہ : ہفتہ وار بچت کے ذریعے سرمایہ کو بڑھانا۔

۳۔ صلاحیت : ماہرین کے ذریعے اپنے نقصانات کی روک تھام کرنا۔

تلاوت کلام پاک : مہمانوں کا تعارف

جناب جنرل منیجر صاحب مہمانانِ گرامی قدر و دیگر شرکاء

السلام علیکم

ہم حکومت پاکستان کے مشکور ہیں کہ اس نے ایک ایسے ادارے سے ہمیں وابستہ کیا۔ یعنی یہاں آنے کی اجازت دی جو ہماری معاشی ومعاشرتی زندگیوں کو استوار بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور ہمیں ایسے راہ پہ لگا دیتی ہے جو ہمارے خواب وخیال میں نہ تھی۔

مہمانانِ گرامی قدر : جناب جنرل منیجر صاحب کے تو اپنے ہاتھ کا یہ پودا ہے اور آپ ہی کی نگرانی میں اس کی آبیاری ہو رہی ہے۔ مہمانان گرامی کو تنظیم کی کارکردگی سے آگاہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

۱۹۸۲ء کو پورے علاقے میں یہ چرچا ہوا کہ AKRSP ایک پرائیویٹ ادارے کو شمالی علاقے میں کام کرنے یا اپنے پروگرام چلانے کی حکومت نے اجازت دے دی ہے اور یہ ادارہ بھاری رقم لا کر تنظیم کو دے رہا ہے۔ جو عطیہ کے طور پر دے گا۔ جس کے لئے گاؤں میں ایک تنظیم بنائی جائے گی اور اس میں ہر فرد کا ہونا لازمی ہے۔ ہر جگہ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہمارے ہمسایہ گاؤں پسو میں کام شروع ہوا۔ انہوں نے تنظیم بنا دی AKRSP کے ارکان سے رابطہ رکھا۔ اور بہت جلد ان کو ایک کوہل کی سکیم ملی جو تقریباً پونے تین لاکھ روپے کی لاگت کی تھی اس پہ کام شروع ہوا۔ اے کے آر ایس پی کے عملداران ان کے پاس آتے رہے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی ان کو دیکھ کر ہر گاؤں کے عوام نے خواہش ظاہر کی کہ اگر ہماری وابستگی بھی اس ادارے سے ہو جائے تو اچھا ہوگا۔ انہی دنوں اس گاؤں کے ایک فرزند فرمان علی جو زرعی یونیورسٹی فیصل آباد سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آئے تھے اس ادارے میں بحیثیت ایک وٹرنری ڈاکٹر کے آن

ان کی تقرری ہوئی تھی وہ ۱۹۸۳ء ۱۱ جولائی کو گھر آئے ہوئے تھے لوگوں نے ان سے اے کے آر ایس پی کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے سب سے پہلے ایک تنظیم بنانے کا مشورہ دیا۔ اس کے بعد پھر ادارے سے رابطہ رکھنا۔ ادارے کے اصول بتاتے تنظیم کو تشکیل دی اور صدر و مینیجر کو عوام کی رائے سے منتخب کیا۔ ہفتہ وار بچت کا سلسلہ جاری ہوا عوام کے جو مشترکہ فنڈز ہوتے ہیں اسکو بھی اس بچت میں شامل کیا گیا۔ ۵۲ گھرانے کے ۵۵ ممبر بنے۔ قرارداد لکھی گئی اور اس قرارداد کو بذریعہ سوشل آرگنائزر اے کے آر ایس پی تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے جونہی قرارداد انکو ملی۔ ادارے کے عملداران بھی تنظیم میں آنے لگے۔ گفت و شنید ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ تنظیم ایک ایسے سکیم دے جس سے ممبران کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل ہونے کی توقع ہو۔ عوام کے ذہنوں میں یہ آگیا کہ دریا کے پار تقریباً ۱۰۰۱ کنال اراضی بنجر پڑی ہے۔ اس کو اگر کوہل نکالا جائے تو اچھا رہے گا۔ تو اے کے آر ایس پی کے عملداروں نے اسے منظور فرمایا۔

۲۷/۱/۸۴ کو جناب جنرل منیجر صاحب تشریف لائے اور پھر ڈ ڈائیلاگ ہوا عطیہ ۴۴۹۳۰ روپے کا اعلان ہوا۔ پہلی قسط ۲۲۳۶۰ روپے وقتی طور پر بھی اے کے آر ایس پی کی طرف سے اس کا سروے صاحب خان انجینیئر نے کیا اور ۲/۸/۸۴ کو کام کا آغاز ہوا کیونکہ کام کا یہاں موسم بہت کم ہوتا ہے کچھ کام اسی سال گرمیوں میں ہوا اور سردیوں میں بند رہا۔ مارچ ۱۹۸۵ء میں پھر کوہل کا کام شروع ہوا اور ۳۰/۸/۸۵ کو کوہل مکمل ہوا اور آبادکاری شروع ہوئی۔

ادارہ

آبادکاری

اے کے آر ایس پی کے اصولوں میں ایک اصول یہ بھی بتایا گیا کہ آبادکاری کیلئے ادارہ قرضہ بھی فراہم کرتا ہے بشرطیکہ ایک لاکھ روپے کا قرضہ حاصل کرنے کے لئے تنظیم کے پاس ۳۰ ہزار روپے کی بچت ہونی چاہیئے۔ خوش قسمتی سے اسی دوران تنظیم کی کل بچت ۳۳۰۰۰/۰۰ روپے تھی۔ ادارے نے ایک لاکھ دس ہزار کا قرضہ فراہم کیا۔ اور

تنظیم نے بھی منصوبہ بندی آبادکاری کے لئے بنایا جو درج ذیل ہیں

	جنگلی درخت	پھلدار درخت	رشکہ کے بیج	نرسری
۱۹۸۵ء	۱۰,۰۰۰	۲۵۰	۶ کلو ۱۰ کنال میں	—
۱۹۸۶ء	۲,۰۰۰	۸,۰۰۰	۲۰ " ۳۰ "	۲ کنال
۱۹۸۷ء	۵,۵۰۰	۲,۰۰۰	۱۰ " ۱۵ "	۸ "

نرسری میں سیب کے پودے	۶,۰۰۰
" گٹھلی	۱۵۰۰
قلمیں سفیدے کے	۲۴۴۶
چیڑ کے بیج بوئے	۱۵۰۰

سبزیات تقریباً ۳ کنال زمین میں اگائی گئیں۔

اور آبادکاری کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ زمین اور پودوں کی رکھوالی کے لئے تین آدمیوں کو تنخواہ مقرر کرکے رکھا گیا ہے جو کہ مبلغ ۹۰۰/- روپے فی آدمی ماہوار دیا جاتا ہے اور یہ رقم فی ممبر مبلغ ۵۰/- ماہوار جمع کی جاتی ہے۔

ماہرین کی تربیت

کل ماہرین کو اے کے آر ایس پی میں تربیت دی گئی ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ ماہر مال ...... ایک
۲۔ ماہر فصلات و باغات ..... ایک
۳۔ ماہر نرسری .... ایک
۴۔ ماہر جنگلات .... ایک
۵۔ مارکیٹنگ سپیشلسٹ ۲

ماہر مال کی کارکردگی

	چھوٹے جانور	بڑے جانور
۱۹۸۵ء میں ویکسینیشن ہوا ۳ مرتبہ	۱۰۵۴	۱۳۵
۱۹۸۶ء " " "	۱۲۳۵	۱۷۰

دوائی کی قیمت و معاوضہ ماہر ادا کی گئی ہے تقریباً ۳۰۰۰/- روپے

ماہر فصلات و باغات

۱۹۸۵ء میں سیب کے درخت پہ اسپرے کیا .... ۳۰۶ درخت

۱۹۸۶ء " " " " ۳۰۸

" " " تنظیم کے کل پودے ۸۰۰۰

اے کے آر ایس پی سے لائی گئی گھاس گندم و سبزیوں کے تجرباتی بیج بوئے گئے جن میں سے گندم اور چارہ رائے۔ ویج و دیگر دو اقسام کے بہت کامیاب رہے اور اس سال مزید بیج ادارے نے فراہم کیا ہے جو کئی کنالوں میں بویا گیا ہے۔

ماہر کی اجرت اور دوائی کی قیمت مبلغ ۵۴۳/- روپے ادا کی گئی ہے

مارکیٹنگ

۱۹۸۵ء میں سیب کے ۳۸۵ کریٹ پنجاب لے گئے جس میں تنظیم کو ۳۰۰۰ ہزار روپے کا منافع ہوا۔ ۱۹۸۶ء میں گاؤں ہی میں فروخت ہوا۔

قرضہ جات

ادارہ تنظیموں کو کئی طریقوں سے قرضہ دے رہا ہے مثلاً کھاد کا قرضہ مارکیٹنگ کے لئے سلفر ٹینٹ کا قرضہ۔ یہ قرضے چھوٹی یعنی کم مدت کے لئے دیئے جاتے ہیں جو ۶ ماہ کے عرصے میں بغیر منافع کے واپس لے لیتے ہیں مشینری کی خریداری و زمین کی آبادکاری کے لئے لمبی مدت کے لئے قرضہ ملتے ہیں جس پر ۵ فیصد سالانہ کے حساب سے جس سے تنظیم کے ممبران کی آمدنی میں خاصا اضافہ ہوتا چلا آ رہا ہے، سروس چارج لیا جاتا ہے۔

خواتین تنظیم

ادارے نے مناسب سمجھا کہ خواتین کی تنظیم بھی بنائی جائے چونکہ خواتین اور مرد شانہ بشانہ چلیں گے تو ترقی ہوگی اگر خواتین کو پروگرام میں شامل نہ کیا جائے تو آدھی ترقی رہ جائے گی جس کے پیش نظر ایک خواتین تنظیم بھی بنائی گئی تھی۔ ان کے حسابات الگ رکھے جاتے تھے بعد میں ادارے کے مشورے پر ان کو بھی مرد تنظیم میں شامل کر لیا گیا ان کی بچت کا حساب بھی مرد تنظیم کے صدر و منیجر رکھتے ہیں۔ اے کے آر ایس پی سے خواتین کو اوزار کا عطیہ دیا۔

۱۔ گینتی ۲ عدد (۲) ریڑھہ ۱ عدد

(۳) قینچی ۱ عدد (۴) بیلچہ ۲ عدد

(۵) فوارہ ۱ عدد

خواتین کو نرسری کا پروگرام بھی دیا گیا ہے جس میں اے کے آر ایس پی نے کچھ پودے، اوزار اور سبزیات کے بیج بھی مفت دیئے ہیں اور ایک خاتون کو مرغبانی کی تربیت دی گئی ہے وہ گاؤں واپس آ کر ممبران کی بہت اچھی طرح خدمت کر رہی ہے۔ دوائی کی قیمت و معاوضہ ماہر کو حسب معمول دیا جا رہا ہے۔ بچت باقاعدگی سے جمع ہوتی ہے اور اب تک مرد و خواتین ممبران کی کل بچت ۱٬۳۲٬۰۰۰/- روپے تک پہنچ چکی ہے۔

ہائیفر پروجیکٹ

اے کے آر ایس پی کی طرف سے تنظیم ہذا کو ایک ہائیفر پروجیکٹ بھی عنایت کیا گیا ہے جس کے لئے اے کے آر ایس پی تنظیم کو ۱۰ گائے مفت میں فراہم کرے گی اور مکانوں کی تعمیرات کے لئے مبلغ ۴۰،۰۰۰ روپے بھی دے گی۔ جو ۵ اقساط میں ملے گا جس کی پہلی قسط مبلغ ۸۰۰۰/- روپے دیا جا چکا ہے کام جاری ہے۔ انشاء اللہ اس کے مکمل ہونے سے تنظیم کو بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام میں ادارہ ہماری مدد اور رہنمائی کرتا ہے۔

گورنمنٹ سے امداد

گورنمنٹ کی جانب سے بھی بہت قسم کی امداد ملتی رہتی ہے اور گاؤں کا جو کونسلر منتخب کیا جاتا ہے وہ اس تنظیم کا ممبر ہوتا ہے وہ ممبر تنظیم کے کہنے کے مطابق سکیمیں لیتا ہے۔ مثلاً LB & RD سے سالانہ ایک سکیم منظور کرواتا ہے۔ C.B.S. پروگرام کے تحت پانی کا پائپ فراہم ہوا ہے۔ دستکاری کی تربیت وغیرہ NAWO کے ذریعے گاؤں ہذا میں بجلی گھر زیر تعمیر ہے اور انشاء اللہ اس سال مکمل ہوگا۔ اور عوام اس سے زیادہ سے

زیادہ فائدہ حاصل کریں گے۔ پاک چین دوستی کی بناء پر شاہراہ ریشم بنی جس سے ہماری زندگیوں میں بڑا انقلاب آیا۔ حکومت پاکستان نے سیاحت کو فروغ دے کر فارنرز کو بھی اسی شاہراہ کے ذریعے چاپنا تک جانے کی اجازت دی ان سے بھی ہم فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور بنکوں سے جو قرضہ دیا جاتا تھا۔ اس میں بھی اضافہ فرمایا ہے۔

مثلاً کوآپریٹو بنک سے کوآپریٹو سوسائٹی کو قرضہ دیا جا رہا ہے بغیر منافع کے زرعی ترقیاتی بنک سے ہر قسم کے قرضے ملتے ہیں مشینری کے لئے باغات کے لئے مال مویشیوں کی افزائش کے لئے غرض ہر قسم کی سہولیات موجود ہیں۔ اب میرے ذہن کے مطابق ضرورت اس بات کی ہے کہ ہاؤسنگ لون صرف تحصیل کے قریبی ایریا میں دیئے جا رہے ہیں۔ اس کو اگر پورے علاقے کے عوام کو بھی دیا جائے تو لوگ جدید دور کے بنیادی سہولتوں سے فیض یاب ہو جائیں گے۔ نیز وزیراعظم حکومت پاکستان کا جو پانچ نکاتی پروگرام تعلیم وصحت کا ہے وہ بھی انشاءاللہ علاقے میں ہو کر رہے گا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اے کے آر ایس پی بھی وزیراعظم پاکستان کے انہیں پانچ نکات کا ایک جزو ہے۔

آخر میں تنظیم کے تمام ممبران کی جانب سے مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے دیہات کے لوگوں سے ملے اور ان کے مسائل سنے اور جناب جنرل منیجر صاحب کا بھی مشکور ہوں یہ ان کی انتھک کوششوں کا ثمرہ ہے اور ان کے رفقاء کار کا بھی مشکور ہوں جو انہوں نے ہر لمحہ ہر موڑ پر ہماری رہنمائی کی۔

بقیہ : یادگری خان

کے بعد لوگ دو چیزوں یعنی گندم اور مویشیوں کی خوراک میں خود کفیل ہوں گے اور ممکن ہے کہ اسی دوران میں ہم چارہ اور غلہ فروخت بھی کر سکیں۔ جب کہ اس وقت ہر آدمی ۵ بوری تک گندم سالانہ باہر سے خریدتا ہے

یادگری خان نے ۱۹ سال فوج میں رہنے کے بعد حوالدار کے عہدے سے پنشن لی ہے جو گاؤں کے سماجی کاموں میں خوب حصہ لیتا ہے۔ ایک بار یونین کونسل کے چیئرمین منتخب ہوئے۔

اسمٰعیلی ایجوکیشن بورڈ کے ممبر بھی رہے ہے۔ اسمٰعیلی ایسوسی ایشن کا ممبر بھی ہے اور ڈی جے سکول میں پڑھنے والے بچوں کے والدین سے فیس وصول کرتے اور سکول کے فنڈز میں جمع کرتے ہیں۔ آج اُن کی توجہ گاؤں کی اجتماعی ترقی پر مرکوز ہے۔

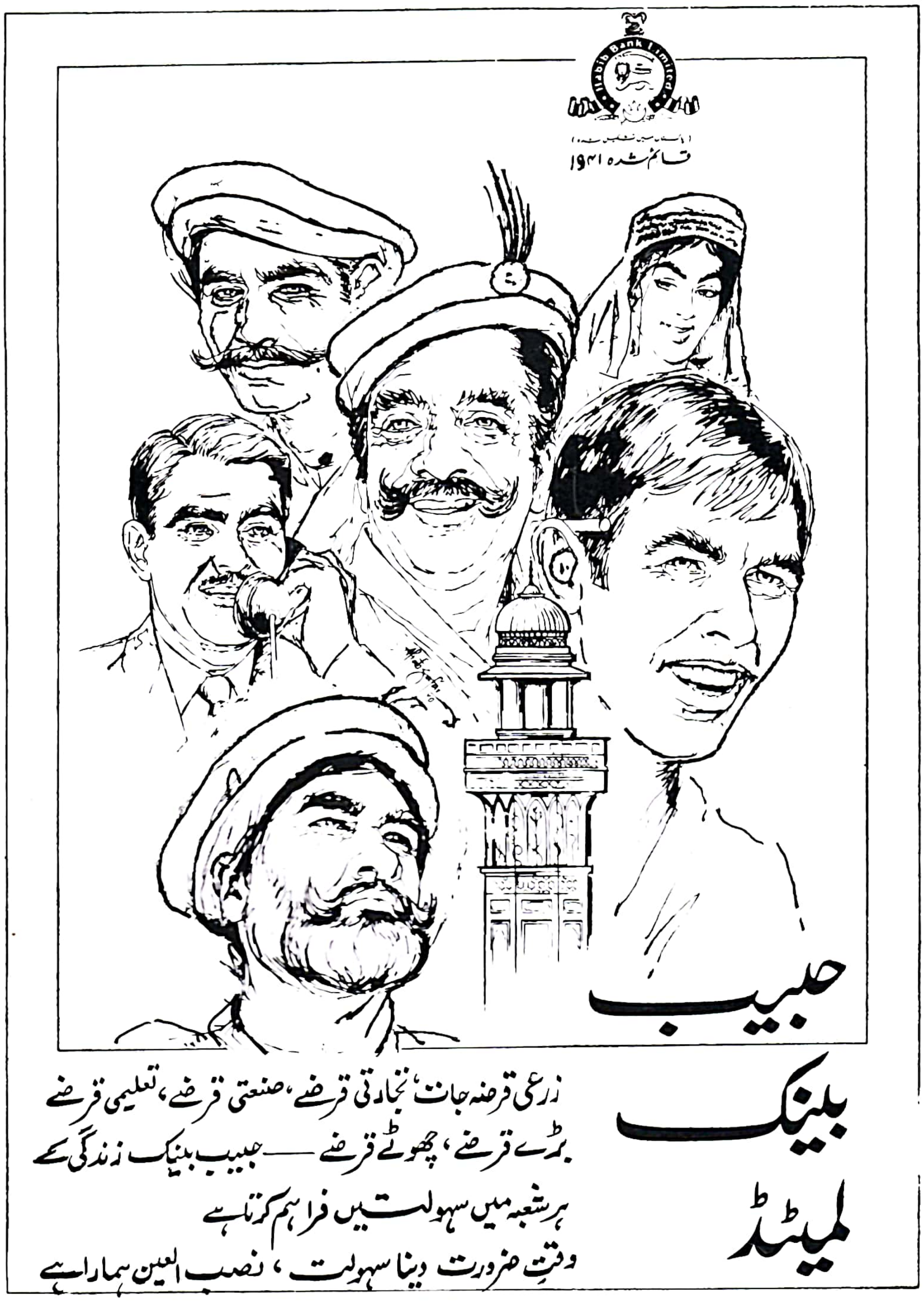
Habib Bank Limited
قائم شدہ ۱۹۴۱
حبیب
بینک
لمیٹڈ
زرعی قرضہ جات، تجارتی قرضے، صنعتی قرضے، تعلیمی قرضے
بڑے قرضے، چھوٹے قرضے — حبیب بینک زندگی کے
ہر شعبہ میں سہولتیں فراہم کرتا ہے
وقتِ ضرورت دینا سہولت، نصب العین ہمارا ہے